جہاتِ سیرتِ حضور ﷺ

جہاتِ سیرتِ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)

راجا رشید محمود

مدنی گرافکس

کتاب : جہاتِ سیرتِ حضور ﷺ

سیرت نگار : راجا رشید محمود

تحریک : ڈاکٹر کاظم علی کاظم (ایم بی بی ایس)

کمپوزنگ / ڈیزائننگ : اظہر محمود۔ مدنی گرافکس،

پروف خوانی : شہناز کوثر، شمیم اختر (ماہنامہ ''نعت'' لاہور)

طباعت : مدنی گرافکس پرنٹرز اینڈ بک سیلرز

اشاعت : اول (۲۰۰۷)

صفحات : ۱۰۴

قیمت : ۱۶۰ روپے

ناشر:

راجا اختر محمود

مدنی گرافکس (رجسٹرڈ)

عقب مزار قطب الدین ایبک، نیو انارکلی لاہور فون: 042-7230001

اَطراف و جوانب

☆☆☆☆☆

عیدِ میلاد..........اللہ کا احسان

خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کہ اتنے میں
یکایک یہ ہوا روح الامین کو حکم یزدانی
منادی جا کے کر دو خشک و تر میں، بحر میں، بر میں
ہوئے پیدا محمد ﷺ آج عبداللہ کے گھر میں

آج تمام عالم اسلام میں مسرت و انبساط جلوہ فگن ہے' آج مسلمانوں کے چہروں پر مسکراہٹ رقصاں ہے۔ غنچے چٹک چٹک کر اظہار مسرت کر رہے ہیں' چمن بھر میں بہار کا عالم ہے۔ شجر و حجر کسی کی ثنا میں مصروف ہیں۔ طائر کسی عظیم ہستی کی تشریف آوری کی خوشی میں نغمہ زن ہیں' پہاڑوں کی خاموشی اور سکوت بھی کسی انبساط و ابتہاج کا پتا دیتی ہے' آسمانوں سے فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے' زمین کا ذرہ ذرہ کسی کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے' جن و ملک خوشی سے محو رقص ہیں۔ اشجار پتوں کے ذریعے تالیاں بجا بجا کر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں' تمام دنیا مسرتوں کا گہوارہ بنی ہوئی ہے' قصبہ قصبہ' قریہ قریہ' شہر شہر میں جگہ جگہ محافل میلاد منعقد ہیں' نعت خوانی ہو رہی ہے اور مسلمان اپنے آقا و مولا V کی ولادت باسعادت کا دن منا کر اپنے لیے خیر و برکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں کیونکہ آج اس نور دادر کا یوم ولادت ہے جس کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہی قصر کسریٰ کے کنگرے عظمت و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے' بت سجدوں میں گر پڑے تھے' آتش پرستوں کی ہزاروں سال سے روشن کی ہوئی آگ بجھ گئی تھی اور جس کی پیدائش مسلمانوں پر خدا کا احسان ہے' جس کے اس دنیا میں قدم رنجہ فرمانے ہی سے معاشرت کی برائیاں کائنات سے ختم ہوئی تھیں۔

تمام مسلمانانِ عالم ۱۲ ربیع الاوّل کو اس مقدس ترین وجود کا یوم ولادت منا کر اپنے

لیے خیر و برکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں جن کے اس دُنیائے آب و گِل میں ظہور فرما ہونے سے قبل تمام دنیا کفر و ضلالت کے پنجے میں جکڑی ہوئی تھی' خدا کی پرستش کا خیال لوگوں کے دلوں سے محو ہو چکا تھا۔ اس کے بجائے وہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو جلبِ منفعت کے احساس کو اجتماعی بے راہ روی کے خیال کو پوجتے تھے' زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے' توہّم پرستی کو شعار کیا جا چکا تھا' خدائے واحد کے بجائے اُس کے بندے چاند' سورج' آگ' ستاروں' درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے۔ انسان نے اپنے تخلیق کردہ بتوں کو اپنا خالق ماننا شروع کر دیا تھا۔

ساری دُنیا اسفل سافلین کی عمیق گہرائیوں کی نذر ہو چکی تھی۔ آج کا مہذب یورپ اُس وقت ظلمت اور ضلالت سے پہچانا جاتا تھا۔ ایران میں مجوسیوں کی حکومت تھی' چین میں بادشاہ کو درجہ معبود دے دیا گیا تھا' ہندوستان میں گائے کو مادرِ مشفق سمجھا جاتا اور اس کے گوبر جیسی نجس چیز کو مقدّس و مطہّر خیال کیا جاتا تھا..............اور عرب؟ اس کی حالت تمام ممالک سے ابتر تھی۔ اپنے آپ کو اہلِ زبان اور اپنے علاوہ تمام دنیا کو گونگا کہنے والے جب بولتے تھے' کذب کا بول ہی بولتے تھے' صداقت سے نفور تھے۔ یہاں کے باشندے ہنستی کھیلتی اور جیتی جاگتی معصوم بچیاں سپردِ زمین کر دیتے تھے' انصاف کا وہاں نام بھی نہ تھا' زبردست کی حکومت تھی جیسے کمزور اور عُسرت زدہ پیٹنے' مار کھانے اور محکوم رہنے کے لیے پیدا ہُوا ہو۔ انسانیت اور اَخلاق کی بنیادوں کو ڈھا دیا گیا تھا' اُخوّت و مروّت کو شرک و الحاد کی چھُریوں سے ذبح کیا جا رہا تھا۔ اعلانیہ زنا کیا جاتا اور دوسرے فواحش پر افتخار و مباہات کے جذبات ظاہر کیے جاتے۔ صنفِ نازک پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے جاتے تھے۔

ان تمام بے ہُودگیوں اور بدعقیدگیوں کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ دنیا سے بدی کو ختم کرنا اور نیکی کو فروغ دینا لازمی تھا۔ حاجت تھی کہ خدائے عزّوجل کی عبادت کی طرف انسان لوٹ آئے.........اور اس کے لیے ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو کسی ایک قوم کے لیے مبعوث نہ ہوا ہو بلکہ اس کا قانون' اس کا پیغام عالمگیر ہو' وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے' تمام عالمِ انسانیت کو قعرِ مذلت سے نکالے' ساری دُنیا کو بتوں کی محبت کے چنگل سے آزاد کرا کے خدائے واحد و قہّار کا دَر دکھائے۔ اچھائیاں اس کے دم سے بنی نوعِ آدم کے دل میں گھر کر

جائیں' برائیوں سے دنیا کو نجات ملے۔

دنیا بھر میں جاری شدہ خرافات کی اصلاح کے لیے تمام عالم کو اسفل سافلین کے گھرے گڑھے سے نکالنے کے لیے ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل کو واقعۂ اصحاب فیل کے ۵۵ دن بعد جناب سیدِ کونین سُلطانِ دارین احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) اس دنیائے تیرہ و تار میں خورشید نور و ہدایت بن کر طلوع ہوئے' اُس دن عرب کے اُفق پر شمسُ الضُحیٰ بدرُالدُّجیٰ اپنی پوری ضوفشانیوں کے ساتھ جلوہ فرما ہوا۔ دوشنبہ کے دن نورِ داور عبداللہؓ کی مقدس یادگار اور امانت بن کر آمنہؓ کی مقدس گود میں تشریف لائے۔ اس روز فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کے جلو میں فاران کی چوٹیوں پر عظمت و رفعت کا معیار بن کر جلوہ افروز ہوئے' سرکار ﷺ نے قبل از طلوع آفتاب اور بعد از صبح صادق اس دنیا پر قدم رنجہ فرمایا۔ حضور ﷺ کی ولادت سے ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے ہیبتِ نبوی سے گر گئے' آتشکدۂ فارس بجھ گیا' زرتشت کے پیروؤں کے لیے کوئی جائے امان نہ رہی' عیسائیت کے نام پر جو کچھ ہو رہا تھا' نیست و نابود ہو گیا' بُت سجدہ ریز ہو گئے .... آسمان سے زمین پر نوری مخلوق کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

۱۲ ربیع الاوّل محسنِ افضل البشر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا دن ہے' جن کے اس دنیا پر تشریف لانے سے عرب کی قحط سالی دور ہو گئی۔ نورِ باری تعالیٰ کے ظاہر ہونے سے کفر و جہالت میں پھنسی ہوئی مخلوق نورِ حقیقت سے منور ہو گئی' وہ سرورِ دو عالم جن کے نور کے ہُویدا ہوتے ہی قیصر و کسریٰ کے محل لرز گئے' وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اس دنیا پر قدم رنجہ فرمانے سے خاکِ مکہ و مدینہ اکسیر بن گئی۔ مطلع و منبع انوار نبی ﷺ جن کے ظہور پذیر ہونے سے تمام عالم میں ظلمت کے بجائے نور جاگزیں ہوا' جنھوں نے ہمیں انسانیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔

انسانیت کے وہ محسنِ اعظم' جنھوں نے حوصلہ شکن حالات اور برائے نام عرصے میں انسانی مُساوات کی ایسی تعلیم دی جس سے کسی کے باثروت یا عُسرت زدہ ہونے کی حیثیت ثانوی ہو گئی' اہمیت پرہیزگار ہونے کو ملی۔ وہ شہنشاہِ دارین جنھوں نے اپنی عمرِ عزیز حالتِ مفلسی و عسرت میں گزاری لیکن اگر وہ چاہتے تو طلائی و نقرئی محل آنِ واحد میں تیار ہو سکتے

تھے وہ صاحبِ خُلقِ عظیم جن کی ذاتِ گرامی کو مبعوث ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ اَخلاقِ حسنہ کو فروغ ملے۔

مظلوموں کی خبر گیری اور بیواؤں غریبوں کی پُشت پناہی فرمانے والے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ جن کے مبعوث ہونے سے خَلق پر نظرِ کرم ہوئی۔ جنھوں نے گناہوں سے لتھڑے ہوئے دلوں کو خدائے تعالیٰ کی رضا میں فنا کر دیا' جنھوں نے شرک و بدعت سے بھرے ہوئے دلوں کو ایک ہی نظر سے پارس بنا دیا' وہ رحمتِ عالم ﷺ جو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے لیکن دوسروں کا پیٹ بھرتے' جنھوں نے کبھی کسی سائل کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہ جانے دیا' کلیجے کے ٹکڑوں کو بھوکا رکھ کر غیروں کو کھلانے والے سرورِ کائنات۔ وہ باعثِ تخلیقِ عالم ﷺ جن کا ثانی بطنِ گیتی سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جنھوں نے کارخانۂ حیات کو زیر و زبر کر دیا۔ وہ بادشاہِ کونین کہ دشمن بھی جن کی صداقت و امانت کے مدّاح تھے' جن کی تحمل و بُردباری آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہے' جن کی سخاوت ضرب المثل ہے' وہ ممدوحِ خدا' جنھوں نے دنیا کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ ایک حسین اور خُوش کُن انقلاب ....

وہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی زندگی' جن کی حیاتِ طیّبہ عدیم النظیر ہے۔ جن کی سخاوت و صداقت کا اغیار بھی کلمہ پڑھتے ہیں' جنھوں نے توحید کا ڈنکا بجایا۔ باعثِ ظہورِ کائنات جس کُوچے سے تشریف لے جاتے وہ معطّر ہو جاتا۔ جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ وہ نور الہدیٰ جن میں باکرہ لڑکی اور پردہ نشین عورت سے بھی زیادہ شرم تھی۔ وہ بادشاہِ دو جہاں جن کے گھر میں ایک ایک مہینا چُولھا نہ جلتا تھا' جن کے مزاج میں ہمدردی اور محبت کے جذبات تھے۔ جن کی رفتار میں وقار اور گفتگو میں سنجیدگی ہوتی تھی۔ وہ نورِ داور جن کو آفتابِ اُلوہی کی پہلی ہی شعاع نے نورٌ علیٰ نور بنا دیا۔ جن کی زبانِ فیض ترجمان میں بلا کی شیرینی تھی کہ لوگ سن کر مسحور ہو جاتے۔

وہ مجاہدِ اعظم جنھوں نے بحکمِ خداوندِ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور جنھوں نے ہر جگہ مخالفینِ اسلام کے سامنے استحکام و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ مگر وہ بہر حال رحمۃٌ للعالمین تھے' زندگی بھر کسی کا خون نہیں بہایا۔ وہ احمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں فرماتا ہے' وہ شمسُ الضُحیٰ جن کے رخِ تابان و

درخشاں کو والشمس کہا گیا ہے جن کی حسین زلفوں کو "وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی" سے تشبیہ دی گئی ہے جن کے اخلاقِ کریمانہ کی تعریف "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جن کے ذکرِ پاک کو بالا و بلند کر دیا جن کو "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" کا تاج عنایت ہوا ہے۔ جو باعثِ تخلیقِ این و آں تھے وہ تعریف کے قابل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی مدح خوانی اور تعریف خود ثنا خوان کے لیے باعثِ صد عزت و افتخار ہے۔

رسولِ عربی ﷺ جن کا ابرِ رحمت دوست اور دشمن پر یکساں رہتا تھا' جنھوں نے عفو و درگزر رحم و کرم' حلم اور جود و سخا کی فقید المثال مثالیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ "وَادِ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ" کو رشکِ جنۃ الفردوس بنانے والے' صنفِ نازک کو حقوقِ حیات دلوانے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مساواتِ انسانی کے بانی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹوٹے ہوئے دلوں کی امید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکین نواز' ہر دل کی خواہش و آرزو' غریبوں کے مونس' فقیروں اور ضعیفوں کے بلکہ تمام دنیاؤں کی تمام مخلوقات کے ملجا و ماویٰ' بیکسوں کے غمخوار' گنہگاروں کے شافع' نامرادوں کی مراد' بے سہاروں کے سہارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم..........

تمام عالم کے نجات دہندہ سرورِ عالم ﷺ' تمام دنیا کو زر' زن اور زمین کی محبت کے دام سے نکال کر سب کا رشتہ خالق و مالکِ حقیقی سے جوڑنے والے' جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی وہ مثالیں پیش کیں جو رہتی دنیا تک حق پرستوں کے لیے مثال بنی رہیں گی' جنھوں نے طائف میں زخم کھائے' اُحد میں دانت شہید کروائے' اپنی عمر کے آخری ۲۳ برس صعوبتوں اور تکلیفوں کے عالم میں گزارے' جنھوں نے تبلیغِ دینِ حق کی خاطر اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑا لیکن جس کام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے متعین کیے گئے تھے نہ اسے چھوڑا' نہ اپنی ذات پر زیادتیاں کرنے والوں کے لیے بد دعا کی۔

ہاں..... آج اسی انسانِ کامل نورِ مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے جس کی ابتدا کے متعلق اس سے زیادہ معلوم نہیں۔

تجو کمالِ جلوۂ مطلق جہاں کوئی نہ تھا
بس وہی ہے ابتدائے رحمۃ للعالمیں ﷺ

آج اُس فخرِ موجودات کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں' جو اپنے مقدس جوتوں سمیت عرشِ اعظم خلوت اللہ تک گئے' حالانکہ کلیم اللہ علیہ السلام کو طور کی وادی میں بھی نعلین اتارنے کا حکم ہو گیا تھا۔

پا برہنہ طور پر ہیں بادیہ پیما کلیم
عرشِ اعظم پر مرے سرکار ﷺ کی پاپوش ہے

یہ عیدِ میلاد ہے اس محسنِ عالم محبوبِ کونین ﷺ کا جن کے عشق میں تمام جاندار ہی نہیں' بے جان بھی اور دنیا کا ذرہ ذرہ مبتلا ہے۔ غنچہ چٹکتا ہے تو نامِ محمد (ﷺ) کا ورد کرتے ہوئے دلکش پھول بن جاتا ہے' جنیدؒ و بایزیدؒ جن کی خدمت میں نفسِ گم کردہ حاضر ہوتے ہیں۔ پروانہ بھی نورِ سرکارِ دو عالم کی تلاش میں سرگرداں ہے

مثالِ شمع سوزاں عشقِ احمد ﷺ میں ہے پروانہ
ہے دیوانہ اگر ہے شمع کا پروانہ دیوانہ

یہ جشن اللہ کے محبوب کی دنیا پر تشریف آوری کے سلسلے میں برپا ہے' اللہ کے وہ محبوب جن کی خاکِ پا کو ان کے خدام دونوں عالم سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

میں نے سو گلشنِ جنت کو کیا اُس پہ نثار
دشتِ طیبہ میں اگر زیرِ قدم خار آیا

۱۲ ربیع الاول کو ہمارے آقا و مولا ﷺ اس دنیا کے آب و گل میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ وہ صاحبِ "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" جو شبِ معراج ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ' وہاں سے میدانِ صریف الاقلام اور پھر خلوت گاہِ الٰہی تک تشریف لے گئے اور پھر.........اعلیٰ حضرت بریلویؒ کی زبان میں

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دُوئی کی' نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

دو شنبہ کو وہ سرورِ کائنات ﷺ دنیا میں تشریف لائے جن کی محبت ہی اصل ایمان ہے' جن کی اطاعت اور محبت کے بغیر خدا کی محبت و اطاعت ممکن نہیں۔

ہوائے نفس کے بندے، ملے گا کیا عبادت سے
خدا ملتا ہے مؤمن کو محمد ﷺ کی محبت سے

حکیم فیروز الدین طغرائی کیا خوب لکھتے ہیں

موحّد کوئی کیوں کر ہو سوا تیری اطاعت کے
کہ توحید احد میں واسطہ ہے میم احمد ﷺ کا

وہ سرکار دو عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جن کا ثنا خوان ہے، وحش و بشر جن کے سلامی ہیں، دو عالم جن کے ممنونِ احسان ہیں، ہر صاحب فہم و ذکا نے جن کی تعریف پر اپنے آپ کو مجبور پایا ہے، مگر جن کی تعریف کر سکنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور آخر کار سب کو غالبؔ کا ہم زبان ہونا پڑتا ہے۔

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(مطبوعہ ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر۔ فروری ۱۹۷۸ء)

☆☆☆☆☆

سرورِ کائنات ﷺ

قوّتِ قلب و جگر گردد نبی ﷺ
از خدا محبوب تر گردد نبی ﷺ

عرب کو قرآن مجید فرقانِ حمید میں "وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" (سورۂ ابراہیم: ۳۷) کہا گیا ہے۔ اس کے مشرق کی طرف خلیج فارس ہے اور مغرب کی طرف بحیرۂ قلزم، شمال میں ملکِ شام و حلب اور جنوب میں بحرِ ہند ہے۔ تمام ملک غیر آباد ہے۔ باشندے محنتی، بہادر اور جفاکش ہیں، بار برداری اور سواری کا کام اونٹ سے لیا جاتا ہے۔ سمندر کے کنارے کنارے کچھ علاقوں میں سرسبزی کے نشانات ہیں۔ باقی تمام ملک تقریباً ریگستان ہے۔ کھجور کے سوا کوئی خاص پیداوار نہیں، صوبہ حجاز میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہیں۔

احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس عالم رنگ و بو میں ظہور پذیر ہونے سے قبل تمام دنیا میں کفر و ضلالت کا دور دورہ تھا۔ توہّم پرستی، چاند، سورج، ستاروں، درخت وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ چین میں بادشاہ کو خدا مانا جاتا تھا، ایران میں مجوسیت کی حکومت تھی۔ یورپ، وحشت و جہالت اور بربریت کا گہوارہ تھا، جنگ و جدال کا بازار گرم تھا، خدائے لاشریک کے بجائے بتوں کے راگ گائے جاتے تھے اور ان کو معبود بنا دیا گیا تھا، مصر میں عیسائیت صرف نام نہاد عیسائیت اور نام نہاد انسانیت تھی۔ اور عرب کی حالت سب ممالک سے ابتر تھی۔ اہرمن اس سرزمین پر اپنے پنجے گاڑ چکا تھا۔ اور یہاں کے باشندوں پر اس کا پورا پورا تسلّط تھا۔ جوّا، رہزنی، سود خوری، بدکاری وغیرہ عادات ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں، برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور ان تین سو ساٹھ بتوں کی جو کعبہ میں رکھے

ہوئے تھے' پرستش کرتے تھے۔ عُریانی بہت تھی' عورت کا درجہ چوپائیوں سے بھی بدتر تھا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ شراب عرب کے باشندوں کی محبوب غذا تھی۔ عرب والوں نے شراب کی مختلف قسموں کا ایک ہزار نام رکھا ہوا تھا۔

صنفِ نازک پر بہت ظلم کیے جاتے تھے۔ باپ کی بیوی بیٹے پر بھی حلال سمجھی جاتی' ایامِ حیض میں اسے گھر کے آدمیوں سے علیحدہ کر دیا جاتا۔ پردہ کا نام تک بھی نہ تھا۔ غرض یہ کہ کوئی بُرائی' ظلم اور وحشت ایسی نہ تھی' جو عرب کے باشندوں نے نہ اپنا رکھی ہو۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل' عرب میں بہت سے مذاہب تھے۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسَ'' (سورۃ الحج: ۱۷)

نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ نصرانیت شام کے ملک کا شاہی مذہب تھا۔ مجوسیت (جس کا بانی زرتشت تھا) ایران کا قدیم مذہب تھا' مجوسی دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ ہادیٔ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے سے قبل صابی مذہب بھی تھا' لیکن ملتِ ابراہیمؑ پر بہت کم لوگ قائم تھے' اسلام سے پہلے عرب میں دہریت کا بیج بھی تھا۔

ظہورِ اسلام سے قبل تمام دنیا جہالت کے گڑھے میں گر چکی تھی۔ ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' (سورۃ الروم: ۴۱) (خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا تھا) تمام دنیا اسفل السافلین کے عمیق غار میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور صلح و عفو اور امن و اتحاد سے نابلد وحشی عرب بُری سے بُری حرکت کے دن رات مرتکب ہوتے۔ ذرا ذرا سی بات پر جنگیں چھڑ جاتی تھیں' پھر صدیوں اور پُشت ہا پُشت تک ختم ہونے کا نام نہ لیتیں۔

ان تمام خرافات اور بے ہُودگیوں کو کسی مصلحِ اعظم کی ضرورت تھی' جو کسی ایک قوم کے لیے مبعوث نہ ہُوا ہو بلکہ اس کا پیغام اور قانون عالم گیر ہو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و عزّ برہانہٗ نے

صاحبِ تاجِ لولاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا۔ حضرت خلیلؑ و اسماعیلؑ کی دعائیں شرفِ اجابت و قبولیت حاصل کر گئیں۔ ہمارے ہادیٔ برحق خاتم الانبیاء' حضرت محمدؐ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل کو بمقام مکہ مکرمہ دوشنبہ کے دن قبل از طلوعِ آفتاب و بعد از صبح صادق' دولت سرائے اقبال میں قدم رنجہ فرمایا۔

احسن و اجمل' انسانِ کامل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہی کفر و شرک کی گھٹائیں چھٹ گئیں' قصرِ کسریٰ کے کُنگرے عظمت و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صدّیقؓ کے دل کو' عمر بن خطابؓ کے جوشِ ایمانی کو' عثمانؓ کی شانِ حیا' علیؓ مرتضیٰ کی بہادری' خالد بن ولیدؓ کی تلوار اور حضرت بلالؓ کے دل کی حسین دنیا کو' اپنے جمالِ نبُوّت سے وابستہ کر لیا۔ ان کے دل نورِ ایمان سے روشن ہو گئے۔ سینوں میں مسرتِ ابدی جاگزیں ہوئی۔ بُرجِ ہاشمی سے ماہِ آمنہؓ کے طلوع ہوتے ہی ہر ایک ذرّہ درخشاں و روشن ہو گیا۔ تیرہ و تاریک گھٹائیں چھٹ گئیں۔

وہ جگہ جہاں' جمود کا دور دورہ تھا۔ انسانیت نام کو نہ تھی۔ مہر و وفا کا چراغ گُل ہو چکا تھا۔ اُحد کے پہاڑ' طور کی چٹانوں اور یثرب کے میدانوں پر خاموشی تھی' موت کا سا سکوت تھا۔ شجاعانِ عرب آپس میں مصروفِ قتال تھے' صنفِ نازک ہدفِ ظلم و ستم اور نشانۂ بربریت بنی ہوئی تھی۔ قریشی بہادر رہزنی میں مصروف تھے۔ ایسے نازک دور میں فاران کی چوٹی جلووں سے منور ہو گئی۔ سراجِ صداقت روشن ہوا۔ شمس الضحیٰ اپنی تمام ضو فشانیوں کے ساتھ عرب کے اُفق پر جلوہ فرما ہوا۔ مُردہ دل روشن ہو گئے۔ یاس و پژمردگی' مژدۂ امید بن گئی۔ کائناتِ انسانیت میں ہلچل مچ گئی۔ اس سراجِ منیر کی شعاعیں حبش کی جانب گئیں' بلالؓ کو کھینچ لائیں' روم کے در و دیوار پر جب اس نے سنہری کلس چڑھانے شروع کیے' صہیبؓ کا دل گرویدہ ہو گیا۔ اس شعاعِ رسالت نے فارس میں سلمانؓ کو نورِ وحدت کے رنگ میں رنگ دیا۔ بصرہ میں حسنؓ کے دل میں نورِ حقیقت سے اُجالا کر دیا۔ یہی وہ مشعلِ رسالت کی

کرن تھی کہ جس پر پڑ گئی اُس نے تاجِ شاہی کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

کور بخت کافروں نے رحمۃ للعالمین (ﷺ) کے سامنے مصائب و آلام اور تکالیف کے زہریلے پیالے رکھے اور مجسّم رحمت نے ان کے جواب میں گلاب وقند کے گلاس پیش کیے' ظالموں نے آیۂ رحمت کے جسمِ مطہّرہ پر ستم و بربریت کا مظاہرہ کیا' ہادیٔ ہر دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے پھول برسائے۔

فخر الرسل (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) دَدھیال ننھیال دونوں طرفوں سے نجیب الطرفین اور بہترین قبیلوں میں سے تھے۔ آپ کے پدر بزرگوار کا اسمِ گرامی جناب عبداللہؓ اور والدہ ماجدہ کا نام نامی آمنہ تھا' جو وہب کی بیٹی تھیں۔ فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سات بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ سیدنا قاسمؓ' سیدنا زینبؓ' رقیہؓ' اُمِ کلثومؓ' فاطمہؓ' عبداللہؓ اور حضرت ابراہیمؓ۔ ان میں سے حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ باقی سب بچے اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے تولّد ہوئے۔

آخر میں مَیں کوتاہیٔ داماں کی شکایت کرتے ہوئے ناظرین کی واقفیت کے لیے فخرِ دو عالم کا نسب نامہ رقم کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصَی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر (قریشِ اوّل) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان.......... عدنان سے چالیس پُشت اوپر حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ۔

(مطبوعہ ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی۔ سیرت نمبر۔ نومبر دسمبر ۱۹۵۵)

☆☆☆☆☆

رونقِ بزمِ کائنات ﷺ

محمد ﷺ' ارضِ طیبہ و بطحا کو باغِ خُلد سے زیادہ رُتبہ بخشنے والا' جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا سرور' سردار' باعثِ تخلیقِ عالم۔ ہادیٔ اکرم ﷺ وہ نورِ مجسّم' وہ پاک ذات' جس کے تشریف لانے سے عرب کی قحط سالی دور ہو گئی۔ ظلمت کے بجائے نور جاگزیں ہُوا۔ کفر کے اندھیرے کو مٹانے والا محمد ﷺ' وہ جس نے ہمیں انسانیت کا بھُولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو یادگارِ محمدؐ' جس کے اس دنیا پر آنے سے آتش کدے بُجھ گئے' بُت سرنگوں ہو گئے۔

معبودِ حقیقی کو معبود منوانے والا محمد ﷺ' صنفِ نازک کو حقوقِ زندگی دلانے والا' عبد کا رشتہ معبود سے جوڑنے والا محمد ﷺ۔ وہ محمد ﷺ جن کے ایک اشارے سے نظامِ کائنات درخشاں ہو گیا۔ خاندانِ ہاشمی کا تاجدار۔ دنیائے تیرہ و تار کو اسفل السافلین کے عمیق گڑھے سے نکالنے والا' دینِ اسلام کا مبلغِ اعظم۔ ظالم' جاہل اور ضدی قوم کو رحیم و کریم بنانے والا محمد ﷺ۔ وہ' جس نے بُتوں کی پرستش کرنے والوں کو مالکِ حقیقی کا دروازہ دکھلایا۔ وہ پیکرِ انسانیت' جس نے ہر ایک مومن اور مومنہ کے لیے علم سیکھنا لازمی قرار دیا۔ حُریّت و مُساوات کا علمبردار محمد ﷺ جاہل بدّوؤں کو شوکت و حشمتِ دارا و جم عطا کرنے والا۔ بادشاہِ دو جہاں محمد ﷺ جس کے گھر میں کئی کئی دن چولھا نہ جلتا تھا۔ وہ مردِ شجاع' جس نے ہزاروں اکابر کفّار کے چھکّے چھڑا دیئے' لیکن اپنے پائے استقلال کو ہلکی سی جنبش دینا گوارا نہ کی۔ وہ یتیموں' بیواؤں اور غریبوں کا غمخوار' عاصیوں اور گنہگاروں کا مُزکّی' وہ محبوبِ خدا ﷺ جس نے شبِ اسریٰ نہایت قلیل مدت میں اسرارِ کائنات کا معائنہ فرمایا۔

وہ اُمُّ الکتاب قرآن کا سبق دینے والا محمد ﷺ' حُریّت کا داعی جس نے عرب کے

بُت پرست جاہلوں کو اپنے خُلقِ عظیم اور اُخوّت و مروّت سے متاثر کیا۔ وہ شمس الضحیٰ، وہ ساقیِ کوثر، جس نے زمانے کو تباہی و بربادی سے نکالا۔ وہ جس کے نور نے کفر و جہالت کی سیاہی کو دور کیا۔ محبوبِ خدا، وہ پیغمبرِ اسلام ﷺ جس نے اپنے غلاموں کو صرف خدا سے خائف رہنا سکھایا۔ وہ مجاہدِ اوّل، جس نے بحکمِ باری تعالیٰ جہاد کی ترغیب دی۔

کالی کملی والا، واللیل کی زلفوں اور والشمس کے رخِ انور والا محمد ﷺ۔ سرورِ انبیاء ہادیِ عالم، جس نے کفر و شرک کی بنیادیں ہلا دیں۔ وہ توحید کا علمبردار، جس پر نبوّت ختم کر دی گئی۔ ماہِ آمنہؓ، مہرِ عرب و عجم، جس نے ہمیں ایک خدا کے آگے سر جھکانا سکھایا، جس نے ہمیں صرف قرآن پر عمل کرنا سکھایا۔ شہنشاہِ کونین محمد ﷺ، جس نے ہمیں افرنگ کا نہیں، سرمایہ و عشرت کا نہیں، سفارش و رشوت کا نہیں، صرف خدا کا غلام بننا سکھایا۔ وہ محمد ﷺ، جس کی رواداری، تحمل و بُردباری آج بھی زبان زدِ خاص و عام اور ضرب المثل ہے۔ پیکرِ اخلاق، جس نے اپنے بندوں کو خدا سے ملا دیا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ جس پر تمام دنیا کے مسلمانوں کی جانیں نثار ہیں۔ جس پر تمام عالمِ اسلام بلکہ خود خدا بھی درود و سلام بھیجتا ہے۔

وہ مہبطِ انوار جس کے نور سے سب پست و بلند مستفید ہوئے۔ جہاں کو توحید کا سبق دینے والا محمد ﷺ، گنہگاروں کی نجات کا سامان محمد ﷺ۔ وہ ہادیِ عالم جس کے احسان اور مروّت کے اپنے بیگانے سب قائل ہیں۔ وہ محمد ﷺ جس کے وادیِ فاران میں تشریف فرما ہونے سے دنیا کا ذرّہ ذرّہ چمک اٹھا۔ ارض و سما کا دُولھا، وہ عاصیوں کے سفینوں کا محافظ و ناخدا۔ آمنہ کا دُلارا، علیؓ کا چچا زاد بھائی، خدیجہؓ کا محبوب شوہر، فاطمہؓ خاتونِ جنّت کا شفیق باپ اور امامین حسنینؓ کا مقدّس نانا محمد ﷺ...... ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب عطا کرنے والا، عمرؓ کو مُرادِ رسول ﷺ بنانے والا، عثمانؓ کو ذی النّورین کر دینے والا اور مرتضیٰؓ کو مدینۃ العلم کا باب قرار دینے والا محمد ﷺ...... زخم کھا کر، گالیاں سُن کر دعائیں دینے والا محمد ﷺ، وہ رونقِ بزمِ کون و مکاں جس کے لیے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے دعائیں کیں۔

رسولِ ہاشمی، محمد مجتبیٰ ﷺ، تجھ پر لاکھوں سلام۔ نوردِ اور ﷺ! تجھ پر لاتعداد درود۔

جہاتِ سیرتِ حضور (ﷺ)

راجا رشید محمود

عیدِ میلاد..........اللہ کا احسان

خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کہ اتنے میں
یکایک یہ ہُوا روح الامین کو حکم یزدانی
منادی جا کے کر دو خشک و تر میں، بحر میں، بر میں
ہوئے پیدا محمد ﷺ آج عبداللہؓ کے گھر میں

آج تمام عالمِ اسلام میں مسرت و انبساط جلوہ فگن ہے آج مسلمانوں کے چہروں پر مسکراہٹ رقصاں ہے۔ غنچے چٹک چٹک کر اظہارِ مسرت کر رہے ہیں، چمن بھر میں بہار کا عالم ہے۔ شجر و حجر کسی کی ثناء میں مصروف ہیں۔ طائر کسی عظیم ہستی کی تشریف آوری کی خوشی میں نغمہ زن ہیں، پہاڑوں کی خاموشی اور سکوت بھی کسی انبساط و ابتہاج کا پتا دیتی ہے، آسمانوں سے فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے، زمین کا ذرّہ ذرّہ کسی کی تعریف و توصیف میں رطب اللّسان ہے، جن و ملک خوشی سے محوِ رقص ہیں۔ اشجار پتّوں کے ذریعے تالیاں بجا بجا کر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، تمام دنیا مسرتوں کا گہوارہ بنی ہوئی ہے، قصبہ قصبہ، قریہ قریہ، شہر شہر میں جگہ جگہ محافلِ میلاد منعقد ہیں، نعت خوانی ہو رہی ہے اور مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا دن منا کر اپنے لیے خیر و برکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں کیونکہ آج اس نورِ داور کا یومِ ولادت ہے، جس کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہی قصرِ کسریٰ کے کنگرے عظمت و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے، بُت سجدوں میں گر پڑے تھے، آتش پرستوں کی ہزاروں سال سے روشن کی ہوئی آگ بجھ گئی تھی اور جس کی پیدائش مسلمانوں پر خدا کا احسان ہے، جس کے اس دنیا میں قدم رنجہ فرماتے ہی سے معاشرت کی بُرائیاں کائنات سے ختم ہوئی تھیں۔

تمام مسلمانانِ عالم ۱۲ ربیع الاوّل کو اس مقدّس ترین وجود کا یومِ ولادت منا کر اپنے

لیے خیر و برکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں جن کے اس دُنیائے آب و گِل میں ظہور فرما ہونے سے قبل تمام دنیا کفر و ضلالت کے پنجے میں جکڑی ہوئی تھی، خدا کی پرستش کا خیال لوگوں کے دلوں سے محو ہو چکا تھا۔ اس کے بجائے وہ اپنی خواہشات نفسانی کو جلبِ منفعت کے احساس کو اجتماعی بے راہ روی کے خیال کو پوجتے تھے، زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے، توہّم پرستی کو شعار کیا جا چکا تھا، خدائے واحد کے بجائے اُس کے بندے چاند، سورج، آگ، ستاروں، درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے۔ انسان نے اپنے تخلیق کردہ بتوں کو اپنا خالق ماننا شروع کر دیا تھا۔

ساری دُنیا اسفل سافلین کی عمیق گہرائیوں کی نذر ہو چکی تھی۔ آج کا مہذّب یورپ اُس وقت ظلمت اور ضلالت سے پہچانا جاتا تھا۔ ایران میں مجوسیوں کی حکومت تھی، چین میں بادشاہ کو درجۂ معبود دے دیا گیا تھا، ہندوستان میں گائے کو مادرِ مشفق سمجھا جاتا اور اس کے گوبر جیسی نجس چیز کو مقدّس و مطہّر خیال کیا جاتا تھا.......... اور عرب؟؟ اس کی حالت تمام ممالک سے ابتر تھی۔ اپنے آپ کو اہلِ زبان اور اپنے علاوہ تمام دنیا کو گونگا سمجھنے والے جب بولتے تھے، کذب کا بول ہی بولتے تھے، صداقت سے نفور تھے۔ یہاں کے باشندے ننھی کھیلتی اور جیتی جاگتی معصوم بچیاں سپردِ زمین کر دیتے تھے، انصاف کا وہاں نام بھی نہ تھا، زبردست کی حکومت تھی جیسے کمزور اور عسرت زدہ پٹنے، مار کھانے اور محکوم رہنے کے لیے پیدا ہوا ہو۔ انسانیت اور اخلاق کی بنیادوں کو ڈھا دیا گیا تھا، اُخوّت و مروّت کو شرک و الحاد کی چھریوں سے ذبح کیا جا رہا تھا۔ اعلانیہ زنا کیا جاتا اور دوسرے فواحش پر افتخار و مباہات کے جذبات ظاہر کیے جاتے۔ صنفِ نازک پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے جاتے تھے۔

ان تمام بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ دنیا سے بدی کو ختم کرنا اور نیکی کو فروغ دینا لازمی تھا۔ حاجت تھی کہ خدائے عزّوجل کی عبادت کی طرف انسان لوٹ آئے.......... اور اس کے لیے ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو کسی ایک قوم کے لیے مبعوث نہ ہوا ہو بلکہ اس کا قانون، اس کا پیغام عالمگیر ہو، وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے، تمام عالمِ انسانیت کو قعرِ مذلّت سے نکالے، ساری دُنیا کو بتوں کی محبت کے چنگل سے آزاد کرا کے خدائے واحد و قہّار کا در دکھائے۔ اچھائیاں اس کے دم سے بنی نوعِ آدم کے دل میں گھر کر

جائیں/ برائیوں سے دنیا کو نجات ملے۔

دنیا بھر میں جاری شدہ خرافات کی اصلاح کے لیے تمام عالم کو اسفل سافلین کے گہرے گڑھے سے نکالنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو واقعۂ اصحاب فیل کے ۵۵ دن بعد جناب سیدِ کونین سلطانِ دارین احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) اس دنیائے تیرہ و تار میں خورشید نور و ہدایت بن کر طلوع ہوئے' اس دن عرب کے اُفق پر شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ اپنی پوری ضوفشانیوں کے ساتھ جلوہ فرما ہوا۔ دوشنبہ کے دن نورِ داور اور عبداللہؓ کی مقدس یادگار اور امانت بن کر آمنہؓ کی مقدس گود میں تشریف لائے۔ اس روز فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کے جلو میں فاران کی چوٹیوں پر عظمت و رفعت کا معیار بن کر جلوہ افروز ہوئے' سرکار ﷺ نے قبل از طلوعِ آفتاب اور بعد از صبح صادق اس دنیا پر قدم رنجہ فرمایا۔ حضور ﷺ کی ولادت سے ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے ہیبتِ نبوی سے گر گئے' آتشکدۂ فارس بجھ گیا' زرتشت کے پیروؤں کے لیے کوئی جائے امان نہ رہی' عیسائیت کے نام پر جو کچھ ہو رہا تھا' نیست و نابود ہو گیا' بُت سجدہ ریز ہو گئے .... آسمان سے زمین پر نوری مخلوق کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

۱۲ ربیع الاول اُس افضل البشر حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا دن ہے' جن کے اس دنیا پر تشریف لانے سے عرب کی قحط سالی دور ہو گئی۔ نورِ باری تعالیٰ کے ظاہر ہونے سے کفر و جہالت میں پھنسی ہوئی مخلوق نورِ حقیقت سے منور ہو گئی' وہ سرورِ دو عالم جن کے نور کے ہُویدا ہوتے ہی قیصر و کسریٰ کے محل لرز گئے' وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اس دنیا پر قدم رنجہ فرمانے سے خاکِ مکہ و مدینہ اکسیر بن گئی۔ مطلع و منبع انوار نبی ﷺ جن کے ظہور پذیر ہونے سے تمام عالم میں ظلمت کے بجائے نور جاگزیں ہوا' جنھوں نے ہمیں انسانیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔

انسانیت کے وہ محسنِ اعظم' جنھوں نے حوصلہ شکن حالات اور برائے نام عرصے میں انسانی مساوات کی ایسی تعلیم دی جس سے کسی کے باثروت یا عسرت زدہ ہونے کی حیثیت ثانوی ہو گئی' اہمیت پرہیز گار ہونے کو ملی۔ وہ شہنشاہِ دارین جنھوں نے اپنی عمرِ عزیز حالتِ مفلسی و عسرت میں گزاری لیکن اگر وہ چاہتے تو طلائی و نقرئی محل آنِ واحد میں تیار ہو سکتے

تھے وہ صاحبِ خُلقِ عظیم جن کی ذاتِ گرامی کو مبعوث ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ اخلاقِ حسنہ کو فروغ ملے۔

مظلوموں کی خبر گیری اور بیواؤں غریبوں کی پُشت پناہی فرمانے والے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ جن کے مبعوث ہونے سے خلق پر نظرِ کرم ہوئی۔ جنھوں نے گناہوں سے لتھڑے ہوئے دلوں کو خدائے تعالیٰ کی رضا میں فنا کر دیا' جنھوں نے شرک و بدعت سے بھرے ہوئے دلوں کو ایک ہی نظر سے پارس بنا دیا' وہ رحمتِ عالم ﷺ جو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے لیکن دوسروں کا پیٹ بھرتے' جنھوں نے کبھی کسی سائل کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہ جانے دیا' کلیجے کے ٹکڑوں کو بھوکا رکھ کر غیروں کو کھلانے والے سرورِ کائنات۔ وہ باعثِ تخلیقِ عالم ﷺ جن کا ثانی بطنِ گیتی سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جنھوں نے کارخانۂ حیات کو زیر و زبر کر دیا۔ وہ بادشاہِ کونین کہ دشمن بھی جن کی صداقت و امانت کے مدّاح تھے' جن کی تحمل و بُردباری آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہے' جن کی سخاوت ضرب المثل ہے' وہ ممدوحِ خدا' جنھوں نے دنیا کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ ایک حسین اور خوش کُن انقلاب ....

وہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی زندگی' جن کی حیاتِ طیّبہ عدیم النظیر ہے۔ جن کی سخاوت و صداقت کا اغیار بھی کلمہ پڑھتے ہیں' جنھوں نے توحید کا ڈنکا بجایا۔ باعثِ ظہورِ کائنات جس کوچے سے تشریف لے جاتے وہ معطّر ہو جاتا۔ جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ وہ نورِ ابدی جن میں باکرہ لڑکی اور پردہ نشین عورت سے بھی زیادہ شرم تھی۔ وہ بادشاہِ دو جہاں جن کے گھر میں ایک ایک مہینا چُولھا نہ جلتا تھا' جن کے مزاج میں ہمدردی اور محبت کے جذبات تھے۔ جن کی رفتار میں وقار اور گفتگو میں سنجیدگی ہوتی تھی۔ وہ نورِ داور جن کو آفتابِ اُلوہی کی پہلی ہی شعاع نے نورٌ علیٰ نور بنا دیا۔ جن کی زبانِ فیض ترجمان میں بلا کی شیرینی تھی کہ لوگ سن کر مسحور ہو جاتے۔

وہ مجاہدِ اعظم جنھوں نے بحکمِ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور جنھوں نے ہر جگہ مخالفینِ اسلام کے سامنے استحکام و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ مگر وہ بہر حال رحمۃٌ للعالمین تھے' زندگی بھر کسی کا خون نہیں بہایا۔ وہ احمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں فرماتا ہے' وہ شمس الضحیٰ جن کے رخِ تابان و

درخشاں کو والشمس کہا گیا ہے جن کی حسین زلفوں کو "واللیل اذا یغشیٰ" سے تشبیہ دی گئی ہے جن کے اخلاق کریمانہ کی تعریف "انک لعلیٰ خلق عظیم" کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جن کے ذکرِ پاک کو بالا و بلند کر دیا جن کو "لولاک لما خلقت الافلاک" کا تاج عنایت ہوا ہے۔ جو باعثِ تخلیق این و آں تھے وہ تعریف کے قابل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی مدح خوانی اور تعریف خود ثناء خوان کے لیے باعثِ صد عزت و افتخار ہے۔

رسولِ عربی ﷺ جن کا ابرِ رحمت دوست اور دشمن پر یکساں رہتا تھا، جنھوں نے عفو و درگزر، رحم و کرم، حلم اور جود و سخا کی فقید المثال مثالیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ "واد غیر ذی زرع" کو رشکِ جنت الفردوس بنانے والے، صنفِ نازک کو حقوقِ حیات دلوانے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مساواتِ انسانی کے بانی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹوٹے ہوئے دلوں کی اُمید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکین نواز، ہر دل کی خواہش و آرزو، غریبوں کے مونس، فقیروں اور ضعیفوں کے بلکہ تمام دُنیاؤں کی تمام مخلوقات کے ملجیٰ و ماویٰ، بیکسوں کے غمخوار، گنہگاروں کے شافع، نامرادوں کی مُراد، بے سہاروں کے سہارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم.......

تمام عالم کے نجات دہندہ سرورِ عالم ﷺ تمام دنیا کو زن، زر اور زمین کی محبت کے دام سے نکال کر سب کا رشتہ خالق و مالکِ حقیقی سے جوڑنے والے، جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی وہ مثالیں پیش کیں جو رہتی دنیا تک حق پرستوں کے لیے مثال بنی رہیں گی، جنھوں نے طائف میں زخم کھائے، اُحد میں دانت شہید کروائے، اپنی عمر کے آخری ۲۳ برس صعوبتوں اور تکلیفوں کے عالم میں گزارے، جنھوں نے تبلیغ دینِ حق کی خاطر اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑا لیکن جس کام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے متعین کیے گئے تھے نہ اسے چھوڑا، نہ اپنی ذات پر زیادتیاں کرنے والوں کے لیے بددعا کی۔

ہاں..... آج اسی انسانِ کامل، نورِ مجسم، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے، جس کی ابتدا کے متعلق اس سے زیادہ معلوم نہیں۔

جُز کمال جلوۂ مطلق جہاں کوئی نہ تھا
بس وہی ہے ابتدائے رحمۃ للعالمین ﷺ

آج اُس فخرِ موجودات کے اس دُنیا میں ظہور پذیر ہونے کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں، جو اپنے مقدس جوتوں سمیت عرشِ اعظم خلوت اللہ تک گئے، حالانکہ کلیم اللہ علیہ السلام کو طور کی وادی میں بھی نعلین اتارنے کا حکم ہو گیا تھا۔

پا برہنہ طور پہ تھا باریہ پیا کلیم
عرشِ اعظم پہ مرے سرکار ﷺ کی پاپوش ہے

یہ عید میلاد ہے اس محسنِ عالم محبوبِ کونین ﷺ کا جن کے عشق میں تمام جاندار ہی نہیں، بے جان بھی اور دنیا کا ذرہ ذرہ مبتلا ہے۔ غنچہ چٹکتا ہے تو نام محمد (ﷺ) کا ورد کرتے ہوئے دلکش پھول بن جاتا ہے، جنیدؒ و بایزیدؒ جن کی خدمت میں نفس گم کردہ حاضر ہوتے ہیں۔ پروانہ بھی نورِ سرکارِ دو عالم کی تلاش میں سرگرداں ہے

مثلِ شمع سوزاں عشقِ احمد ﷺ میں ہے پروانہ
ہے دیوانہ اگر ہے شمع کا پروانہ دیوانہ

یہ جشن اللہ کے محبوب کی دنیا پر تشریف آوری کے سلسلے میں برپا ہے، اللہ کے وہ محبوب جن کی خاکِ پا کو ان کے خُدام دونوں عالم سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

میں نے سو گلشنِ جنت کو کیا اُس پہ نثار
دشتِ طیبہ میں اگر زیرِ قدم خار آیا

۱۲ ربیع الاول کو ہمارے آقا و مولا ﷺ اس دُنیا کے آب و گل میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ وہ صاحبِ "ورفعنا لک ذکرک" جو شبِ معراج ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے میدانِ صریف الاقلام اور پھر خلوت گاہِ الٰہی تک تشریف لے گئے اور پھر........ اعلیٰ حضرت بریلویؒ کی زبان میں

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دُوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

دوشنبہ کو وہ سرورِ کائنات ﷺ دنیا میں تشریف لائے جن کی محبت ہی اصل ایمان ہے، جن کی اطاعت اور محبت کے بغیر خدا کی محبت و اطاعت ممکن نہیں۔

ہوائے نفس کے بندے، ملے گا کیا عبادت سے
خدا ملتا ہے مؤمن کو محمد ﷺ کی محبت سے

حکیم فیروز الدین طغرائی کیا خوب لکھتے ہیں

موحّد کوئی کیوں کر ہو سوا تیری اطاعت کے
کہ توحید اَحَد میں واسطہ ہے میم احمد ﷺ کا

وہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم، زمانہ جن کا ثنا خواں ہے، جنّ و بشر جن کے سوالی ہیں، دو عالم جن کے ممنونِ احسان ہیں، ہر صاحبِ فہم و ذکا نے جن کی تعریف پر اپنے آپ کو مجبور پایا ہے، مگر جن کی تعریف کر سکنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور آخر کار سب کو غالبؔ کا ہم زبان ہونا پڑتا ہے۔

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(مطبوعہ ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر۔ فروری ۱۹۷۸)

☆☆☆☆☆

سرورِ کائنات ﷺ

قوّتِ قلب و جگر گردد نبی ﷺ
از خدا محبوب تر گردد نبی ﷺ

عرب کو قرآن مجید فرقان حمید میں "وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" (سورہ ابراہیم: ۳۷) کہا گیا ہے۔ اس کے مشرق کی طرف خلیج فارس ہے اور مغرب کی طرف بحیرۂ قلزم، شمال میں ملکِ شام و حبش اور جنوب میں بحرِ ہند ہے۔ تمام ملک غیر آباد ہے۔ باشندے محنتی، بہادر اور جفاکش ہیں، بار برداری اور سواری کا کام اونٹ سے لیا جاتا ہے۔ سمندر کے کنارے کنارے کچھ علاقوں میں سرسبزی کے نشانات ہیں۔ باقی تمام ملک تقریباً ریگستان ہے۔ کھجور کے سوا کوئی خاص پیداوار نہیں، صوبہ حجاز میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہیں۔

احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس عالمِ رنگ و بو میں ظہور پذیر ہونے سے قبل تمام دنیا میں کفر و ضلالت کا دور دورہ تھا۔ توہّم پرستی، چاند، سورج، ستاروں، درخت وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ چین میں بادشاہ کو خدا مانا جاتا تھا، ایران میں مجوسیت کی حکومت تھی۔ یورپ، وحشت و جہالت اور بربریت کا اکھاڑہ تھا، جنگ و جدال کا بازار گرم تھا، خدائے لاشریک کے بجائے بتوں کے راگ گائے جاتے تھے اور ان کو معبود بنا دیا گیا تھا، مصر میں عیسائیت صرف نام نہاد عیسائیت اور نام نہاد انسانیت تھی۔ اور عرب کی حالت سب ممالک سے ابتر تھی۔ اہرمن اس سرزمین پر اپنے پنجے گاڑ چکا تھا۔ اور یہاں کے باشندوں پر اس کا پورا پورا تسلّط تھا۔ جوا، رہزنی، سود خوری، بدکاری وغیرہ عادات ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں، برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور ان تین سو ساٹھ بتوں کی جو کعبہ میں رکھے

ہوئے تھے پرستش کرتے تھے۔ عریانی بہت تھی' عورت کا درجہ چوپایوں سے بھی بدتر تھا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ شراب عرب کے باشندوں کی محبوب غذا تھی۔ عرب والوں نے شراب کی مختلف قسموں کا ایک ہزار نام رکھا ہوا تھا۔

صنفِ نازک پر بہت ظلم کیے جاتے تھے۔ باپ کی بیوی بیٹے پر بھی حلال سمجھی جاتی' ایامِ حیض میں اسے گھر کے آدمیوں سے علیحدہ کر دیا جاتا۔ پردہ کا نام تک بھی نہ تھا۔ غرض یہ کہ کوئی بُرائی' ظلم اور وحشت ایسی نہ تھی' جو عرب کے باشندوں نے نہ اپنا رکھی ہو۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل' عرب میں بہت سے مذاہب تھے۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسَ'' (سورۃ الحج: ۱۷)

نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ نصرانیت شام کے ملک کا شاہی مذہب تھا۔ مجوسیت (جس کا بانی زرتشت تھا) ایران کا قدیم مذہب تھا' مجوسی دو خداؤں کو مانتے ہیں۔ ہادیٔ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اس سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے سے قبل صابی مذہب بھی تھا' لیکن ملتِ ابراہیمیؑ پر بہت کم لوگ قائم تھے' اسلام سے پہلے عرب میں دہریت کا بیج بھی تھا۔

ظہورِ اسلام سے قبل تمام دنیا جہالت کے گڑھے میں گر چکی تھی۔ ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' (سورۃ الروم: ۴۱) (خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا تھا) تمام دنیا اسفل السافلین کے عمیق غار میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور صلح وعفو اور امن واتحاد سے نابلد وحشی عرب بُری سے بُری حرکت کے دن رات مرتکب ہوتے۔ ذرا ذرا سی بات پر جنگیں چھڑ جاتی تھیں' پھر صدیوں اور پشت ہاپشت تک ختم ہونے کا نام نہ لیتیں۔

ان تمام خرافات اور بے ہودگیوں کو کسی مصلحِ اعظم کی ضرورت تھی' جو کسی ایک قوم کے لیے مبعوث نہ ہُوا ہو بلکہ اس کا پیغام اور قانون عالمگیر ہو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعزّ برہانہٗ نے

صاحبِ تاجِ لولاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مبعوث فرمایا۔ حضرت خلیلؑ واسماعیلؑ کی دعائیں شرفِ اجابت وقبولیت حاصل کر گئیں۔ ہمارے ہادیٔ برحق خاتم الانبیاء' حضرت محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل کو بمقام مکہ مکرمہ دوشنبہ کے دن قبل از طلوعِ آفتاب وبعد از صبحِ صادق' دولت سرائے اقبال میں قدم رنجہ فرمایا۔

احسن واجمل انسانِ کامل (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہی کفر وشرک کی گھٹائیں چھٹ گئیں' قصرِ کسریٰ کے کنگرے عظمت وہیبت سے سرنگوں ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے صدیقؓ کے دل کو' عمر بن خطابؓ کے جوشِ ایمانی کو' عثمانؓ کی شانِ حیا' علیؓ مرتضیٰ کی بہادری' خالد بن ولیدؓ کی تلوار اور حضرت بلالؓ کے دل کی حسین دنیا کو اپنے جمالِ نبوّت سے وابستہ کر لیا۔ ان کے دل نورِ ایمان سے روشن ہو گئے۔ سینوں میں مسرتِ ابدی جاگزیں ہوئی۔ بُرجِ ہاشمی سے وہ آمنہؓ کے طلوع ہوتے ہی ہر ایک ذرّہ درخشاں وروشن ہو گیا۔ تیرہ وتاریک گھٹائیں چھٹ گئیں۔

وہ جگہ جہاں جمود کا دور دورہ تھا۔ انسانیت نام کو نہ تھی۔ مہر ووفا کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ اُحد کے پہاڑ' طور کی چٹانوں اور یثرب کے میدانوں پر خاموشی تھی' موت کا سا سکوت تھا۔ شجاعانِ عرب آپس میں مصروفِ قتال تھے' صنفِ نازک ہدفِ ظلم وستم اور نشانۂ بربریت بنی ہوئی تھی۔ قریشی بہادر رہزنی میں مصروف تھے۔ ایسے نازک دور میں فاران کی چوٹی جلووں سے منور ہو گئی۔ سراجِ صداقت روشن ہوا۔ شمس الضحیٰ اپنی تمام ضوفشانیوں کے ساتھ عرب کے اُفق پر جلوہ فرما ہوا۔ مُردہ دل روشن ہو گئے۔ یاس وحزنِ مُردگی مژدۂ امید بن گئی۔ کائناتِ انسانیت میں ہلچل مچ گئی۔ اس سراجِ منیر کی شعاعیں حبش کی جانب گئیں' بلالؓ کو کھینچ لائیں' روم کے در و دیوار پر جب اس نے سنہری کلس چڑھانے شروع کیے' صہیبؓ کا دل گرویدہ ہو گیا۔ اس شعاعِ رسالت نے فارس میں سلمانؓ کو نورِ وحدت کے رنگ میں رنگ دیا۔ بصرہ میں حسنؓ کے دل میں نورِ حقیقت سے اُجالا کر دیا۔ یہی وہ مشعلِ رسالت کی

کرن تھی کہ جس پر پڑ گئی اُس نے تاجِ شاہی کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

کور بخت کافروں نے رحمۃ للعالمین (ﷺ) کے سامنے مصائب و آلام اور تکالیف کے زہریلے پیالے رکھے اور مجسّم رحمت نے ان کے جواب میں گلاب وقند کے گلاس پیش کیے' ظالموں نے آیۂ رحمت کے جسمِ مطہّرہ پر ستم و بربریت کا مظاہرہ کیا' ہادیٔ ہر دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھول برسائے۔

فخرِ رسل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ودھیال ننھیال دونوں طرفوں سے نجیب الطرفین اور بہترین قبیلوں میں سے تھے۔ آپ کے پدرِ بزرگوار کا اسمِ گرامی جناب عبداللہؓ اور والدہ ماجدہ کا نامِ نامی آمنہ تھا' جو وہب کی بیٹی تھیں۔ فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سات بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ سیدنا قاسمؓ' سیدنا زینبؓ' رقیہؓ' اُمِّ کلثومؓ' فاطمہؓ' عبداللہؓ اور حضرت ابراہیمؓ۔ ان میں سے حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ باقی سب بچے اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے تولّد ہوئے۔

آخر میں مَیں کوتاہیٔ داماں کی شکایت کرتے ہوئے ناظرین کی واقفیت کے لیے فخرِ دو عالم کا نسب نامہ رقم کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصّی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر (قریشِ اوّل) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان.......... عدنان سے چالیس پُشت اوپر حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ۔

(مطبوعہ ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی۔ سیرت نمبر۔ نومبر دسمبر ۱۹۵۵ء)

☆☆☆☆☆

رونقِ بزمِ کائنات ﷺ

محمد ﷺ' ارضِ طیبہ و بطحا کو باغِ خلد سے زیادہ رتبہ بخشنے والا' جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کا سرور' سردار' باعثِ تخلیقِ عالَم۔ ہادیٔ اکرم ﷺ وہ نورِ مجسّم' وہ پاک ذات' جس کے تشریف لانے سے عرب کی قحط سالی دور ہو گئی۔ ظلمت کے بجائے نور جاگزیں ہُوا۔ کفر کے اندھیرے کو مٹانے والا محمد ﷺ' وہ جس نے ہمیں انسانیت کا بھُولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو یادگار محمدؐ' جس کے اس دنیا پر آنے سے آتش کدے بُجھ گئے' بُت سرنگوں ہو گئے۔

معبودِ حقیقی کو معبود منوانے والا محمد ﷺ' صنفِ نازک کو حقوقِ زندگی دلانے والا' عبد کا رشتہ معبود سے جوڑنے والا محمد ﷺ۔ وہ محمد ﷺ جن کے ایک اشارے سے نظامِ کائنات درخشاں ہو گیا۔ خاندانِ ہاشمی کا تاجدار۔ دنیائے تیرہ وتار کو اسفل السّافلین کے عمیق گڑھے سے نکالنے والا' دینِ اسلام کا مبلّغِ اعظم۔ ظالم' جاہل اور ضدّی قوم کو رحیم و کریم بنانے والا محمد ﷺ۔ وہ' جس نے بُتوں کی پرستش کرنے والوں کو مالکِ حقیقی کا دروازہ دکھلایا۔ وہ پیکرِ انسانیت' جس نے ہر ایک مومن اور مومنہ کے لیے علم سیکھنا لازمی قرار دیا۔ حُرّیت و مُساوات کا علمبردار محمد ﷺ جاہل بدّوؤں کو شوکت و حشمتِ دارا و جم عطا کرنے والا۔ بادشاہِ دو جہاں محمد ﷺ جس کے گھر میں کئی کئی دن چُولھا نہ جلا تھا۔ وہ مردِ شجاع' جس نے ہزاروں اکابر کفّار کے چھکّے چھڑا دیئے' لیکن اپنے پائے استقلال کو ہلکی سی جنبش دینا گوارا نہ کی۔ وہ یتیموں' بیواؤں اور غریبوں کا غم خوار' عاصیوں اور گنہگاروں کا مُزکّی' وہ محبوبِ خدا ﷺ جس نے شبِ اسریٰ نہایت قلیل مدت میں اسرارِ کائنات کا معائنہ فرمایا۔

وہ اُمُّ الکتاب قرآن کا سبق دینے والا محمد ﷺ' حُرّیت کا داعی جس نے عرب کے

بُت پرست جاہلوں کو اپنے خُلقِ عظیم اور اُخوّت و مروّت سے متاثر کیا۔ وہ شمس الضحیٰ وہ ساقیٔ کوثر جس نے زمانے کو تباہی و بربادی سے نکالا۔ وہ جس کے نور نے کفر و جہالت کی سیاہی کو دور کیا۔ محبوبِ خدا وہ پیغمبرِ اسلام ﷺ جس نے اپنے غلاموں کو صرف خدا سے خائف رہنا سکھایا۔ وہ مجاہدِ اوّل جس نے بحکمِ باری تعالیٰ جہاد کی ترغیب دی۔

کالی کملی والا واللیل کی زلفوں اور والشمس کے رخِ انور والا محمد ﷺ۔ سرورِ انبیاء ہادیٔ عالم جس نے کفر و شرک کی بنیادیں ہلا دیں۔ وہ توحید کا علمبردار جس پر نبوّت ختم کر دی گئی۔ ماہِ آمنہؓ مہرِ عرب و عجم جس نے ہمیں ایک خدا کے آگے سر جھکانا سکھایا، جس نے ہمیں صرف قرآن پر عمل کرنا سکھایا۔ شہنشاہِ کونین محمد ﷺ جس نے ہمیں افرنگ کا نہیں، سرمایہ و عشرت کا نہیں، سفارش و رشوت کا نہیں، صرف خدا کا غلام بننا سکھایا۔ وہ محمد ﷺ جس کی رواداری، تحمل و بُردباری آج بھی زبان زدِ خاص و عام اور ضرب المثل ہے۔ پیکرِ اخلاق جس نے اپنے بندوں کو خدا سے ملا دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ جس پر تمام دنیا کے مسلمانوں کی جانیں نثار ہیں۔ جس پر تمام عالمِ اسلام بلکہ خود خدا بھی درود و سلام بھیجتا ہے۔

وہ مہبطِ انوار جس کے نور سے سب پست و بلند مستفید ہوئے۔ جہاں کو توحید کا سبق دینے والا محمد ﷺ، گنہگاروں کی نجات کا سامان محمد ﷺ۔ وہ ہادیٔ عالم جس کے احسان اور مروّت کے اپنے بیگانے سب قائل ہیں۔ وہ محمد ﷺ جس کے وادیٔ فاران میں تشریف فرما ہونے سے دنیا کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا۔ ارض و سما کا دولہا وہ عاصیوں کے سفینوں کا محافظ و ناخدا۔ آمنہؓ کا دلارا، علیؓ کا چچا زاد بھائی، خدیجہؓ کا محبوب شوہر، فاطمہؓ خاتونِ جنّت کا شفیق باپ اور امامین حسنینؓ کا مقدس نانا محمد ﷺ...... ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب عطا کرنے والا، عمرؓ کو مرادِ رسول ﷺ بنانے والا، عثمانؓ کو ذی النّورین کر دینے والا اور مرتضیٰؓ کو مدینۃ العلم کا باب قرار دینے والا محمد ﷺ......... زخم کھا کر، گالیاں سُن کر دعائیں دینے والا محمد ﷺ، وہ رونقِ بزمِ کون و مکاں جس کے لیے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے دعائیں کیں۔

رسولِ ہاشمی محمد مجتبیٰ ﷺ، تجھ پر لاکھوں سلام۔ نور داور ﷺ! تجھ پر لاتعداد درود۔

دنیا کو قعرِ مذلّت سے نکالنے والے محبوب! تجھ پر سلام۔ خیرالانام ﷺ، محبوبِ ذوالجلال والاکرام! تجھ پر سلام۔ فخرِ موجودات، رونقِ بزمِ کائنات ﷺ! یٰسٓ وطٰہٰ! تجھ پر تا حشر محمود کا سلام۔

السّلام اے رونقِ بزمِ دو عالم السّلام
السّلام اے صاحبِ لولاک ﷺ، اکرم السّلام
السّلام اے مصطفیٰ نورِ مجسّم السلام
السلام اے باعثِ تخلیقِ عالم اسلام

السّلام اے آسمانِ اوج کے مسند نشیں
السلام اے سبز گنبد کے مکیں ﷺ

احمد خیرُ الوریٰ بحرِ سخاوت ﷺ السلام
پیکرِ خیرُ البشر ﷺ، بدرِ رسالت السلام
تاجدارِ دو جہاں ماوائے اُمّت السلام
مقتدائے عالمیں، شمعِ ہدایت السلام

میں سوالی آپ کے در پر ہوں یا خیر الوریٰ ﷺ!
جلوۂ عرفانِ حق ہو دیدۂ دل کو عطا

(مطبوعہ ماہنامہ "فیض الاسلام" سیرت نمبر ۱۹۵۵ء)

☆☆☆☆☆

غیر مسلموں میں مقبول رسول ﷺ

حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مومنوں کے لیے تو اتنی اہم ہے کہ اگر ہم اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور دنیا کی ہر ہستی سے زیادہ محبت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں رکھتے تو ہم مومن ہی نہیں ہیں۔ اہلِ اسلام کے لیے تو یہ محبت ایمان کی بنیاد ہے اور اس محبت کا اظہار ہم نظم اور نثر میں آپ ﷺ کی تعریف و ثنا کے ذریعے بھی کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے حکموں پر عمل کر کے بھی۔ لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے' کافر ہیں' بُت پرست ہیں' آگ کو پوجتے ہیں یا خدا کے منکر ہیں' ان میں سے بھی بہت سے صاحبِ علم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہیں' سیرت کی کتابیں لکھتے ہیں' سیرت پر مضمون تحریر کرتے ہیں اور نعتیں لکھتے ہیں تو اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ جو شخص بھی کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ کرتا ہے' سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارناموں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ کائناتِ عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ اثر جو تبدیلیاں ہُوئیں' انھیں دیکھتا ہے' وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اگر خدا نے اسے عقلِ سلیم دی ہے اور سچ کو قبول کرنے والا دل دیا ہے تو وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے۔

دُلّو رام کوثری اسلام لانے سے پہلے اپنا مجموعۂ نعت ''آبِ کوثر'' لا چکے تھے۔ پنڈت نتّھو رام عرش ملسیانی کی ''آہنگِ حجاز'' راجا سرکشن پرشاد شاد کی ''ہدیۂ شاد' چرن سرن ناز مانک پوری کی منظوم سیرتِ رسول ﷺ ''رہبرِ اعظم'' اور لاہور کے مشہور مسیحی شاعر نذیر قیصر کی ''اے ہَوا موذن ہو'' مدحِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقاعدہ مجموعے ہیں۔

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعہ سے کچھ غیر مسلموں کو اسلام کی دولت نصیب ہو گئی' ان میں دُلّو رام کوثری تھے جو 1929ء میں کوثر علی کوثری ہو گئے۔ محمد مارماڈیوک پکتھال کی کتاب سیرت کا ترجمہ ''الامین'' کے نام سے لاہور میں چھپا۔ بعد میں وہ بھی ایمان لے آئے اور قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔

بہت سے غیر مسلم اسلام میں داخل نہیں ہوئے لیکن حضور رسولِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ ﷺ کی تعریف میں تر زباں رہے۔ روس کے مشہور فلاسفر ٹالسٹائی کی تصنیف کا عربی ترجمہ ''حِکم النبی ﷺ'' کے نام سے چھپا' اس نے لکھا.... ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشّان کارنامے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بہت بڑے مصلح تھے''۔ نامور برطانوی مؤرخ اور فلسفی کارلائل کی کتاب میں ہے کہ ''خدا کے پوشیدہ راز رسول ﷺ کی اپنی ذات پر منکشف تھے' ان کی باتیں سچی تھیں''۔ ایس پی سکاٹ نے اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ محمد ﷺ ایسے ذہن کے مالک تھے جو مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھا سکتا تھا۔ مارٹن لنگز کی کتاب سیرت 1983ء میں لندن سے چھپی۔ اس نے کتاب کے آخر میں حضور ﷺ کے بارے میں لکھا.... ''رحمت کی کنجی' صداقت کی روح''۔ ایک اور برطانوی مصنف جان ڈیوٹ پورٹ نے اپنی کتاب ''این اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن'' میں حضور ﷺ پر دشمنوں کے لگائے گئے الزامات کا رد کیا ہے۔ ایک اور انگریز گیور گیو نے اپنی کتاب ''وہ رسول جسے از سرِ نو سمجھنا چاہیے'' میں آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔

جرمن اہلِ قلم ڈاکٹر اسپرنگر' ویل گستاں' ڈیگوبرٹ وون' لیوڈولف' اینڈرے نور' ہیوبرٹ کرائم' فرانز نے' ڈاکٹر اوٹو' فاریمر اور پاریٹو وغیرہ نے حضور ﷺ کی سیرت پر کتابیں لکھیں۔ این میری شمل کی کتاب ''محمدؐ رسول اللہ ﷺ'' 1980ء میں لندن سے

شائع ہوئی۔

فرانسیسی محققین میں سیدیو' رینان' پرسیوال' ایلین' گاڈزے اور لیبان وغیرہ نے بھی سیرت پر کتابیں تحریر کی ہیں اور حیاتِ مقدسہ کے بہت سے پہلوؤں کی تعریف و توصیف کی ہے۔

ایک چینی یوچی لن نے عربی اور چینی ماخذ کی مدد سے چینی زبان میں حضور ﷺ کی سیرت لکھی ہے۔

جی ڈبلیو ائٹنر نے اپنی کتاب مطبوعہ 1908ء میں تسلیم کیا کہ "محمد ﷺ کی شخصیت اور ذات میں ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی"۔ جارج برنارڈ شا نے کہا: "وہ اسلام جو محمد ﷺ کے زمانے میں دلوں' دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا"۔ ای ڈرمنگھم نے لکھا: "طبقۂ خواتین کو کبھی وہ احترام حاصل نہ ہوا تھا جو محمد ﷺ کی تعلیمات کے نتیجے میں ملا"۔

ہندو اسلام اور مسلمانوں کے جتنے دشمن تھے اور ہیں' ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے مگر ان میں سے بہت سوں نے حضور ﷺ نے تعریف میں قلم اٹھایا ہے۔ میں نے کئی معروف ہندو شاعروں کی غزلوں کے مجموعے دیکھے ہیں جن کا آغاز حمد اور نعت سے کیا گیا ہے۔ ایک جواں مرگ ہندو سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب "عرب کا چاند" آج بھی بازار میں دستیاب ہے۔ کتاب پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے۔ بی کے نارائن نے انگریزی میں "محمد ﷺ دی پرافٹ آف اسلام" لکھی جو 1978ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ راقم کے ذخیرۂ کتب میں براہمو دھرم کے پرچارک شردھے پرکاش دیو کی کتاب "حضرت محمد ﷺ صاحب بانیٔ اسلام" ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ "تنگ دل اور متعصب لوگ جو کچھ بھی کہیں لیکن جو لوگ باانصاف اور کشادہ دل ہیں' وہ کبھی محمد ﷺ صاحب کی ان بے بہا خدمات کو کہ جو وہ نسلِ انسانی کی بہبود کے لیے بجالائے

بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے"۔

سکھ مذہب کے بانی گورونانک نے خود حضور ﷺ کی بارہا تعریف کی۔ ایک سکھ پروفیسر گوردت سنگھ دارا کی کتاب "رسولِ عربی" پر سید سلیمان ندوی' حفیظ جالندھری' عبد الماجد دریاآبادی اور شیخ سر عبدالقادر کے پیش لفظ ہیں۔ پروفیسر پریتم سنگھ کی کتاب "ہمارے مُربّی" کا ساتواں باب حضور ﷺ کے بارے میں ہے۔

آر وی سی باڈلے کی انگریزی کتاب "دی میسنجر" کا اُردو ترجمہ آج بھی دستیاب ہے۔ ان کے علاوہ منٹگمری واٹ' مارگولیتھ' میکڈانلڈ' ہنری مارٹن' سر جان میلکم' جے جے پول' واشنگٹن ارونگ' رابرٹ ایل گیولک اور بہت سے مستشرقین کے علاوہ گاندھی جی' سر چھوٹو رام' سروجنی نائیڈو' سردار دیوان سنگھ مفتون' ماسٹر تارا سنگھ' رابندر ناتھ ٹیگور' پنڈت سُندر لال' لالہ رام لال ورما' جسٹس رانا بھگوان داس بھگوآن' پروفیسر ہربنس سنگھ اور بہت سے ہندو اور سکھ لیڈروں اور اربابِ علم و کمال کی تحریریں اور بیانات ہمارے سامنے ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی حیاتِ طیّبہ ان لوگوں کو بھی متاثر کرتی ہے جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور عربی کا یہ مشہور مقولہ اپنے پورے معنوں میں سامنے آتا ہے کہ "سب سے بہتر گواہی وہ ہے جو دشمن دیں"۔

☆☆☆☆☆

امن وسلامتی کے پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر اسلام ہیں۔ یعنی سلامتی کا دین لائے ہیں۔ امن وسلامتی اور رواداری و آشتی کا فروغ آپ کی پہلی ترجیح ہے۔ تبلیغ اسلام کا مقصد وحید یہ ہے کہ دنیائے انسانیت سلامتی کے سایے میں آجائے۔ شکر رنجیاں' مخاصمتیں' مخالفتیں' دشمنیاں عنقا ہوں اور اپنائیتیں' چاہتیں اور محبتیں عام ہو جائیں۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں' امن میں آ جاتے ہیں۔ اور اگر وہ خدا رسول خدا (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ارشادات وفرمودات کو حرز جاں بنائیں' دین کے احکام پر عمل پیرا ہوں' اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں' اوامر ونواہی کی پابندی کریں تو ایک صالح' پُرسکون اور طمانیت بخش مثالی معاشرے کے فرد بن جاتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام اِسی مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کے لیے مبعوث ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانوں کو اسلام کی تبلیغ کی تو افراد کو اور حکومتوں کو معبودِ حقیقی کے در پر جھکا کر ایک اور نیک ہونے کی تلقین کی۔ انھیں ایک ایسے محبّت بھرے معاشرے کی منزل دکھائی' جس میں ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک ہُوا جائے' جہاں ایک دوسرے کے عیبوں کی پردہ پوشی ہو' جہاں ایک دوسرے کی جان ومال و آبرو کی حفاظت بنیادی ذمّہ داری ٹھہرے' جہاں کوئی کسی کی غیبت نہ کرے' کوئی حسد کی عادتِ بد میں مبتلا نہ ہو' کوئی جھوٹ نہ بولے۔ معاشرتی برائیوں سے لگاؤ کا تصوُّر مٹ جائے۔ امن اور سلامتی کی ایسی راہ نہ کسی اور نے دکھائی' نہ اس راہ پر چل کر دکھایا۔

ہمارا آج کا مُسلم معاشرہ اگر ان راہوں کا راہی نہیں رہا تو یہ ہمارا قصور ہے۔ اگر ہم صاحبِ ایمان ہونے کا دعوی کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبّت اور اپنائیت کا برتاؤ نہیں کرتے' غیبت بلکہ بہتان طرازی کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں' ایسے عمل کرتے

ہیں جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچے طبقاتی منافرت یا لسانی ونسلی گروہ بندیوں کا شکار ہیں' مذہبی نفرتوں کی آبیاری کرتے ہیں' اجتماعیت کے شعور سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں تو ذلّت ورُسوائی بھی تو جھیل رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کمزوریوں نے اسلام دشمن طاقتوں کو طاقتور بنا دیا ہے اور وہ دینِ امن وسلامتی کے نام لیواؤں کو "دہشت گرد" بنا کر ان سے مسلم اُمّہ کو نقصان پہنچا رہے' اور اسلام کو دُنیا بھر میں مطعون کر رہے ہیں۔ ان دہشت گردوں کے ہاتھوں مسجدوں' مزاروں' جنازوں اور دیگر اجتماعات میں شامل اہلِ ایمان کو مروا رہے ہیں اور نتیجے میں اسلامی ملکوں خاص طور سے پاکستان کو غیر مستحکم اور کمزور کرنے میں لگے ہیں۔

ظاہری طور پر ہم مؤمن ہیں۔ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی عمل خداوند قدُّوس و کریم جل وعلا سے چھُپا ہوا نہیں ہے لیکن کیا ہمارے دل ہماری زبانوں کے مؤیّد ہیں؟ ہم حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت کو ایمان کی بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن کیا ہمارے اعمال سے اس محبت کا مظاہرہ ہوتا ہے؟ ہم نماز ادا کرتے ہیں لیکن کیا ہمیں احساس ہوتا ہے کہ دن میں کئی بار "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہنے کے باوجود ہم عبادت اپنے مفادات کی کرتے ہیں اور مدد کے لیے اجتماعی طور پر امریکہ اور برطانیہ کی طرف دیکھتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں سلام کو فروغ دو۔ ہم میں سے کچھ نے تو زبانی بھی اس پر عمل ترک کر دیا ہے لیکن کچھ اسی کو کافی سمجھتے ہیں کہ کسی مسلمان بھائی کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہہ دیں۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقصد تو یہ تھا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو دیکھتے ہی یہ اعلان کرے کہ میری طرف سے تمھارے بارے میں کوئی ایسی بات' کوئی ایسا کام نہیں ہوگا جو تمھاری سلامتی کے منافی ہو۔ میں تمھاری سلامتی کے لیے ہر ممکن قدم اٹھاؤں گا۔ لیکن ہم "ظاہریت" ہی پر انحصار کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں' خود اپنے کیے ہوئے عہد کو مذاق سمجھتے ہیں۔ حج کے موقع پر "رَمی جمار" کو ہم شیطان نما ستون کو سات کنکریاں مارنے کا عمل سمجھتے ہیں اور اس میں کامیابی کو کافی جان کر

''حاجی'' کہلا لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے آپ کی نفی کرتے ہوئے ''رمی جمار'' کے عمل سے یہ اعلان مطلوب ہے کہ آج سے ہماری شیطان کے ساتھ کھلی جنگ ہے اب ہم کبھی اس کے بھرے میں نہیں آئیں گے۔ لیکن کتنے حاجی ہیں جو اس مفہوم تک رسائی ہی رکھتے ہیں؟

ہماری انفرادی یا اجتماعی کمزوریوں' خامیوں اور ناکردہ کاریوں سے قطع نظر اسلامی تعلیمات کو دیکھیں' حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی تعلیمات اور سیرت طیّبہ پر نظر دوڑائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سلامتی کا دین ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے تمام اقدامات امن وسلامتی کے فروغ ونفوذ کی خاطر تھے۔ میں سمجھتا ہوں' جہاں اس حوالے سے تعلیمات سرکار ابد قرار ﷺ کو دنیا کے سامنے لانے کا اہتمام کرنا ضروری ہے' وہاں ان تعلیمات کو اپنے روح وجاں میں بسائے بغیر بھی چارہ نہیں۔ ہمیں دنیا کو بھی بتانا ہے کہ اسلام محبتوں کا مبلغ اور سلامتی اور امن کا پرچارک اور داعی ہے' اور ان حقائق سے اپنے اعمال کو بھی سنوارنا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ امن وسلامتی کے پیامبر ہیں۔ آپ نے وہ تمام راستے بند کر دیئے جو امن کو تلپٹ کرتے اور جنگوں کی بنیاد بنتے ہیں۔ زر اور زمین پر ملکیت کے ہوکے میں مبتلا لوگ جنگجوئی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حاکمیت اور حکومت کے اعلان سے زر اور زمین کی ملکیت کے تصوّر کی تغلیط فرما دی۔ مسلمانوں کے لیے کمائی کے ذرائع میں جائز و ناجائز کی حدود متعیّن فرما دیں۔ احتکار و اکتناز زر کو ممنوع قرار دیا۔ ناجائز طریقوں سے خرچ پر قدغن لگا دی اور تقسیم دولت کے اہتمام سے گردش زر کا نہایت موثر نظام عطا فرما دیا۔ ''زن'' لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنتی تھی' اسے حضور ﷺ نے عزت و حرمت کے اس مقام پر پہنچا دیا کہ اس کے پاؤں میں جنت رکھ دی اور اس کی بے عزتی پر سخت سزائیں مقرر کیں۔

ایک قتل کے بعد انتقاماً قتل در قتل کا سلسلہ لڑائی جھگڑے کا سبب بنتا تھا۔ حضور ﷺ

نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچا دیا کہ ایک انسان کا بے جواز قتل' پوری انسانیت کا قتل ہے۔ مختلف طبقوں' گروہوں یا افراد کے درمیان منافرت اور انتشار کا فتنہ قتل سے بدتر فعل قرار دیا گیا۔ طبقاتی نفرت اور عدم مساوات امن کے بڑے دشمن ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ نے صرف نماز میں نہیں' تمام معاشرتی معاملات میں مساوات کو یوں رائج کیا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے خاوند ہوئے اور بلال حبشیؓ صحابہ کرامؓ کے لیے ''سیّدنا'' ٹھہرے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عہد شکنی اور معاہدات کی خلاف ورزی امن کی قاتل ہے۔ سرکار والا تبار' نبی مختار ﷺ نے عہد شکنی کے مرتکبین کے خلاف فوج کشی تک کی اور اس فتنے کے استیصال کی راہ اپنائی۔ نسل و رنگ کی بنیاد پر کھڑی کی جانے والی' عصبیت کی عمارت بھی تعلیمات نبوی (ﷺ) نے ڈھا دی۔

امن کی راہ میں حائل ان رکاوٹوں کو دور کرنے میں بنیادی کردار حضور رسول اکرم ﷺ کے اخلاق عظیمہ اور عادات کریمہ نے ادا کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے دل بدل دیے۔ آپ کی تبلیغ نے بُرائی اور بھلائی میں واضح تفریق پیدا فرما دی۔ جہاں ضروری ہُوا' وہاں مفسدوں کو امن میں خلل ڈالنے سے روکنے کے لیے طاقت بھی استعمال فرمائی۔ چونکہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا بنیادی مقصد معاشرے میں امن وسلامتی کی عملداری قائم کرنا تھا' اس کے لیے ظلم واستبداد اور فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لیے قوّت تک کا استعمال کیا گیا۔

لیکن ہم نے حضورِ انور ﷺ کی مدنی زندگی کے دس برسوں میں جو اسّی (۸۰) سے زائد غزوات وسرایا کا خود ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہے' اس کے باعث دشمنانِ اسلام کو اس پروپیگنڈے کی جرأت ہوئی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ کہا گیا کہ مکّہ مکرّمہ میں تو مسلمان دبے ہوئے تھے' جونہی انھوں نے مدینہ طیّبہ کو مستقر بنایا' تلوار تھام لی' تجارتی قافلوں کو لوٹنے کی کوششیں کیں اور جنگیں لڑیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیرتِ رحمتِ ہر عالم ﷺ کے بہت سے گوشوں پر تحقیق و تفحّص کی ضرورت ہے اور ان ہی باتوں کو اس لیے

دُہراتے جانا' بلکہ اس میں کلی پھندے لگانے کی کوشش کرنا کہ فلاں بڑے آدمی نے یہ لکھ دیا تھا' نامناسب بات ہے۔ جو بات حضور آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کے مقام سے کمتر ہے اور دلائل و براہین سے اس کی تغلیط کی جا سکتی ہے' ضرور کر دینی چاہیے۔ عرفِ عام میں' وہ جنگیں جن میں آقا حضور ﷺ بنفسِ نفیس و لطیف شامل ہوئے ''غزوات'' ہیں اور وہ جنگیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے لڑی گئیں' مگر ان میں آپ خود شریک نہیں ہوئے ''سرایا'' کہلاتی ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے ''اَلْغَزْوُ'' کا معنیٰ لکھا ہے: ''دشمن کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نکلنا''۔ یہ بات کھُل کر سامنے آنی چاہیے کہ کون کون سے اَسفار ایسے ہیں جو آقا حضور ﷺ نے دشمن کے ساتھ جنگ کے ارادے سے کیے' اور جو دوسرے سفر ہیں اُنھیں غزوات کی فہرست سے نکال دینا چاہیے۔

پھر ہماری بنیادی کتابوں میں بہت سے غزوات اور سرایا کے بارے میں درج ہے کہ وہ قریش کے تجارتی قافلے لُوٹنے کے لیے کیے گئے تھے۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ آخر ہر بار تجارتی قافلہ لُوٹنے میں ناکامی کیوں ہوتی تھی۔ کبھی ایسا نہ ہُوا کہ کوئی تجارتی قافلہ مسلمانوں کے ہتھے چڑھ جاتا۔ جب یہ پہنچتے تھے' قافلہ نکل چکا ہوتا تھا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ تجارتی قافلہ لوٹنے کے لیے ''لشکر کشی'' کی تو گنجائش ہی نہیں ہوتی' چند آدمی گھات لگا کر بیٹھتے ہیں' قافلے کے آخری حصے کو لوٹتے ہیں اور فوراً تتر بتر ہو جاتے ہیں۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے مدنی زندگی میں جو سفر بھی فرمایا' اسے ''غزوہ'' اور جو مہم بھیجی (چاہے وہ جنگی ہو' سفارتی ہو' تبلیغی ہو یا گشت اور سراغ رسی کے لیے ہو) اسے ''سریّہ'' لکھا جا رہا ہے۔ اسی لیے اَسّی (80) سے زیادہ غزوات و سرایا دیکھ کر دشمنوں کو یہ کہنے کی ہمت پڑی کہ یہ دس سال تو لڑائی جھگڑے ہی میں گزارے گئے۔

بنو ضمرہ کے ساتھ معاہدے کی خاطر جو پہلا سفارتی سفر آقا حضور ﷺ نے فرمایا: اسے ''غزوۂ ابوا'' کا نام دیا گیا۔ بخاری شریف میں اسے ''اوّل الغزوات'' کہا گیا۔ ابنِ

اسحاق اور ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ یہ سفر بنو ضمرہ کو سزا دینے اور مکّی قافلہ لُوٹنے کی غرض سے کیا گیا۔ قافلہ تو نہ ملنا تھا' نہ ملا۔ بنو ضمرہ کو سزا کس جرم پر دینا تھی اور پھر کیوں نہ دی گئی' آمنا سامنا تک نہیں ہُوا۔ صرف معاہدہ ہُوا' اور اس میں بھی صرف بنو ضمرہ کو قریشِ مکہ اور مسلمانوں کی لڑائی میں غیر جانبدار رہنے کو کہا گیا۔

کوہِ بواط کے لوگوں سے معاہدے کی خاطر جو سفارتی اور معاہداتی سفر سرکارِ دو عالم ﷺ نے کیا' اسے بھی ''غزوۂ بواط'' کا نام دیا گیا۔ بنو مدلج کے ساتھ معاہدے کے لیے کیے گئے سفر کو ''غزوۂ ذُوالعشیرہ'' کہا گیا۔ بنو غفار اور بنو اسلم کے ساتھ معاہدے کے لیے کیا گیا سفر ''غزوۂ بنو غفار'' کہلایا۔ انتہا یہ ہے کہ حضور سیّدِ عالم و عالمیان ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عُمرے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف جو سفر فرمایا اور وہاں عمرے کے بجائے قریشِ مکہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہوا' اسے بھی کئی کتابوں میں ''غزوۂ حُدَیبیہ'' لکھا گیا ہے۔

غزوۂ بدر کے لیے بھی یہی مفروضہ قائم کیا گیا کہ ابو سفیان کی سرکردگی میں شام سے آنے والے تجارتی قافلے کو لوٹنا مقصود تھا۔ اس سلسلے میں' پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قافلے کو لوٹنے کے لیے تین سو تیرہ (313) (غزوۂ بدر میں شریک صحابہ کی تعداد 305 تھی' آٹھ صحابہ دوسری ڈیوٹیوں پر تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پھر حسبِ روایت قافلہ بچ بچا کر نکل گیا تھا۔ اور بھی بہت سے دلائل ہیں' جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ''رہزنی'' کا یہ مفروضہ درست نہیں۔ اصل میں آقا حضور ﷺ نے مدینہ منوّرہ سے باہر نکل کر' دور جا کر' ان کا مقابلہ کرنا ضروری سمجھا اور بدر تک کا سفر فرمایا۔

خود ہماری کتابوں کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پھیلیں' ان کو ''تلوار کے زور سے اسلام پھیلنے'' کے الزام کی صورت دی جا سکی۔ ورنہ سچ یہ ہے کہ بدر' اُحد اور احزاب کی جنگیں خالص مدافعانہ تھیں۔ ان میں جنگیں بھی دو ہی ہوئیں۔ احزاب میں تو مبارزانہ جنگ سے آگے بات بڑھی ہی نہیں۔ ربِ کریم جل شانہ العظیم نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی دعا کو

دشمنانِ اسلام کی ہزیمت کا اعلان بنا دیا۔ غزوۂ صفوان' غزوۂ سُویق' حمراء الاسد اور "غابہ" میں حملہ آوروں کا پیچھا کیا گیا۔ اور جیسا کہ دنیا جانتی ہے' غزوۂ غابہ میں سیّدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعاقب کی اجازت بھی مرحمت نہ فرمائی۔ اور یہ امن کی علمبرداری کا نتیجہ تھا۔ غزوۂ بنولحیان میں قاتلوں کا پیچھا کیا گیا۔

پہلے عرض کیا جا چکا کہ معاہدات کی خلاف ورزی اور عہد شکنی سے زیادہ امن دشمنی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ معاہدے توڑنے والوں سے لڑائی کے طور پر غزوۂ بنو قینقاع' بنی نضیر' بنو قریظہ اور فتح مکّہ کے معرکے ہوئے۔ چیلنج کے جواب میں بدر موعد کے لیے حضور ﷺ' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے لیکن کفار فرار ہو گئے' لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

صرف نو (9) غزوے ایسے ہیں جن میں اس مصدّقہ اطلاع پر کہ دشمن مدینہ طیبہ پر حملے کے لیے زور شور سے تیاری کر رہا ہے' حضور اکرم ﷺ نے انھیں تیاری کی مہلت نہ دی اور پہلے حملہ کر دیا۔ ایسے غزوے یہ ہیں: غزوۂ قُرقُرۃ الکُدر' ذی امر' نجران' نجد' بنو مصطلق' خیبر' حُنین' طائف اور تبوک۔

ہمارے آقا حضور ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا' جس طرح حملہ آوروں تک کی جاں بخشی کر دی' فتح مکّہ پر دشمنانِ اسلام کے ساتھ عفو و درگزر کا جو رویّہ رکھا' فاتح کے طور پر عجز و انکسار کی جس کیفیت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' جنگوں میں بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کے ساتھ جو حسنِ سلوک روا رکھا' اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

ہمیں چاہیے کہ ہم پیغمبر امن و سلامتی ﷺ کے حُسنِ اخلاق کے کچھ اثرات اپنے کردار میں بھی در آنے دیں' ایمان و اسلام کے زبانی دعووں کو عملی صورت دیں اور امن و سلامتی کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مبارزت کی راہ اختیار کریں۔

(فیصل آباد میں مرکز تحقیق کے زیر اہتمام دو روزہ سیرت سیمینار میں پڑھا گیا)

☆☆☆☆☆

تلوار...... جس کے زور سے اسلام پھیلا

اسلام دشمنوں کا یہ واویلا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا' اس لحاظ سے تو سراسر غلط ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ اور اُن کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں سراُڑانے والی کوئی تلوار تھی اور اس سے کُفّار کی گردنیں اُڑتی نظر آتی رہیں...... وہ تلواریں سُونتے مشرکین پر پل پڑتے رہے اور کُشتوں کے پُشتے لگاتے رہے۔ لیکن معنوی لحاظ سے اسلام دشمنوں کی یہ ژاژخائی کچھ زیادہ بے اصل بھی نہیں۔

اسلام کی وہ تلوار جس نے بُرائی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکا' بداخلاقی کی قوتوں کو پسپا کر دیا' ظلم و استبداد کی طاقت کو شکستِ فاش دی' کفار و یہود کی سازشوں کو بے اثر بنا دیا' اس کی اَساس حدید پر نہ تھی' میٹھی زبان پر تھی' اس کو چلانے والے ہاتھ ساونتوں کے نہ تھے' حکمتِ عملی کے تھے' انسان دوستی کے تھے' بُردباری اور رواداری کے تھے' راہِ راست سے بھٹکے ہوؤں کے ساتھ اخلاص کے تھے۔

اسلام کی وہ تلوار جس کے نتائج کفر و ضلالت کی توقعات کے خلاف نکلے' جس سے دشمن آج تک خوف زدہ ہیں' دودھاری بھی نہ تھی' ہشت پہلو تھی۔ ظاہریت پر نظر رکھنے والے ظلمت کے پرستاروں کی آنکھیں آج تک خیرہ ہیں کہ دشمنیاں اور ریشہ دوانیاں بے اثر کیسے رہیں' دس سال کے قلیل عرصے میں اسلام کی نورانیت نے روشنی کہاں کہاں تک پہنچا دی اور حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان کیسے جمع ہو گئے۔ کیسے کیسے جان کے دشمن جاں نثاری کی دستار زیبِ سر کیے نظر آنے لگے' ہجو کہنے والے نعت سرا کیونکر ہو گئے' جن کے آباء و اجداد بُتوں کے آگے سے سر نہ اٹھاتے رہے انھوں نے بت شکنی کیوں شعار کر لی۔

معاندینِ حق کے "تھنک ٹینک" چودہ سو برسوں سے اس کوشش میں ہیں کہ اس تبدیلی کو اسلحے کی مرہونِ منّت ثابت کریں اور نتیجہ یہ نکالیں کہ اب قیامت تک سلاحیانہ

قوت اہلِ اسلام کو نہ بننے دیں' کوئی مُسلم ملک اپنی قوت نہ بن جائے' اتنا مضبوط و مستحکم نہ ہو سکے کہ اپنے دفاع کا اہل ہو۔ تمام تر طاقت' بدمعاشی' ساری صلاحیتیں اربابِ کفر میں جمع رہیں اور اہلِ اسلام کے خلاف استعمال ہوں۔

چونکہ ان سوچنے والوں کا قبلہ راست نہیں ہے' منفی سوچیں بہت دور تک ساتھ نہیں دیتیں اور مثبت نتائج نہیں لاسکتیں' اس لیے یقین ہے کہ عنقریب یہ سوچیں اپنی موت مر جائیں گی اور ایسے ''اربابِ فکر'' اپنے گلے میں بانہیں ڈالے اور منہ لٹکائے' حسرتوں پر آنسو بہارہے ہوں گے۔

دراصل اسلام کی وہ تلوار' وہ ہشت پہلو تلوار جس نے بُرائی کا سینہ پھاڑ ڈالا اور گمراہی کے جسد کی انتڑیاں چوراہے میں بکھیر دیں' آج تک دشمنانِ حق کی آنکھ سے اوجھل رہی۔ اس تلوار نے اخلاق کی دھار سے وحشت و بربریت کا خاتمہ کیا' ظلم و عدوان کی کھیتیاں اُجاڑ دیں' کُلفت و ضلالت کا قلع قمع کر دیا' نفسانی خواہشات کے بُت پاش پاش کر دیئے۔ اخلاق کی تلوار مدت سے ترستے ہوئے لوگوں کے دلوں میں اتر گئی اور دیکھتے دیکھتے لوگ اس شمشیرِ تیز کا شکار ہو گئے۔

اسلام کی تلوار جو آج بھی سینۂ کفر میں شگاف کیے ہوئے ہے' حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے دستِ حکمت میں تھی' اور یثرب کو مدینۃ النبی (ﷺ) بنانے کے بعد حضور پُرنور ﷺ نے اس کا ایک پہلو یہ آزمایا کہ شہر کے مسلمان رہائشیوں کو اُخوت کے مضبوط رشتے میں پرو دیا۔ اس تلوار کا ایک رُخ یہ ظاہر فرمایا کہ مدینہ طیّبہ میں بسنے والے یہودیوں سے معاہدہ کر لیا۔ یہ تلوار جو آج تک دشمنوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے' اس کا ایک پہلو یہ بھی سامنے ہے کہ شہر کے آس پڑوس میں بسنے والے قبیلوں کے ساتھ امن کے معاہدے ہوئے۔ اس مقصد کے لیے سرکارِ ابدِ قرار ﷺ نے خود بھی سفر کیے اور کئی گروپ بھی بھیجے۔ اسلام کی اس تلوار نے دفاع کو مضبوط کرنے اور دشمنوں پر رعب جمانے کے لیے صحابہؓ کے گشتی دستے بھی روانہ کیے۔

اور...... اسلام کی جس تلوار سے آج تک دشمن خائف ہیں کہ اس نے کفر کو اپنی زیادہ سے زیادہ رُونمائی کرائی ہے' مارا کم سے کم ہے اور مارا بھی صرف اُس وقت ہے' جب دشمن

حملہ آور ہوا ہے۔ حملہ کرنے کے بعد اگر دشمن بھاگ لیا ہے' دوڑ پڑا ہے' تو اسلام کی تلوار نے اس کا عام طور پر پیچھا بھی نہیں کیا۔ اس پر بھی دنیائے کفر آج تک اس کے خوف سے لرزاں و ترساں ہے تو یہ صرف اس تلوار کی حکمتِ عملی ہے' کاٹ نہیں۔

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدنی زندگی کے نام نہاد غزوات و سرایا کا ایک اجمالی اور سرسری جائزہ ہی اسلام کی تلوار کی حقیقت کو واشگاف کر دے گا اور چیخنے چلّانے والوں کے بزدلانہ جھوٹ کے پردے چاک کر دے گا۔ ''نام نہاد غزوات و سرایا'' میں نے یوں کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''اَوْ کَانُوْا غُزًّى '' (۱) امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''اَلْغَزْوُ '' کے معنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادے سے نکلنا ہیں۔ (۲) ''المعجم الاعظم '' میں ہے: ''الغزوۃ: ایک لڑائی' ایک حملہ' غارت گری یا حملے کے لیے چڑھائی'' (۳) ''المنجد '' میں بھی یہی معنی درج ہے (۴) ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں: ''اسلامی تاریخ میں ''سریہ'' اس مہم کو کہتے ہیں کہ جس کی قیادت رسولِ کریم (ﷺ) نے اپنے کسی صحابی کو سونپ دی اور ''غزوہ'' اس مہم کو جس میں آپ بنفسِ نفیس سالارِ فوج کی حیثیت سے موجود ہوں۔ (۵)

ایسے میں جو اَسفار یا مہمات جنگ کے ارادے ہی سے نہیں کیے گئے اور یا کسی اور مقصد سے ہوئے' اُنھیں غزوات و سرایا میں شامل کرنا کس طرح درست ہے۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی کہتے ہیں کہ ''جو اسلامی دستے دوسرے مقاصد سے بھیجے گئے تھے' جن میں لڑائی بھڑائی کا نام و نشان بھی نہیں ملتا' ان کو بھی مورخین نے غزوات کے ذیل میں بیان کیا ہے' جس سے غزوات کی تعداد بے سبب زیادہ نظر آنے لگی ہے...... جو شخص بھی دیانت داری سے تاریخ کا مطالعہ کرے گا' وہ اس بات کو دل سے قبول کرے گا کہ جو دستے تبلیغِ اسلام' تکمیلِ صلح' بت شکنی' رہزنوں کے تعاقب' جاسوسی' مخبری یا اس طرح کے دوسرے مقاصد کے لیے بھیجے گئے' ان کا شمار جنگوں میں کرنا سخت ناانصافی ہے'' (۶) انتہا یہ ہے کہ عمرے کے لیے کیے گئے سفر کو بھی' جو ایک معاہدۂ صلح پر منتج ہوا' یار لوگوں نے ''غزوۂ حدیبیہ'' لکھ دیا (۷) اور ہجرتِ مدینہ کو ''دیباچۂ جنگ'' قرار دیا گیا۔ (۸)

حقیقت یہ ہے کہ خود ہماری ایسی تحریروں کے سامنے آنے سے اہلِ کفر کے منہ زیادہ

کھلے ہیں اور انھیں یہ اُگلنا شعار کرایا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا' صحیح صورت حال کیا ہے؟ ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں کہ کہاں دشمن نے مدینۂ منورہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو مدافعانہ جنگ لڑنی پڑی۔ کن ''غزووں'' کی حقیقت یہ ہے کہ کفار نے حملہ کیا تو ان کے تعاقب میں جانا پڑا اور کیا انھیں ڈرا بھگا کر چھوڑ دیا گیا' یا ان کو مکمل جہنم رسید کرنے کی کوشش ہوئی۔ ہم دیکھیں گے کہ کون سے غزوے ایسے ہیں جو معاہدات کی خلاف ورزی کرنے اور اس طرح مشکل وقت میں پیٹھ میں چھرا گھونپنے والوں سے جنگ کی صورت میں ہوئے۔
اگر کوئی چیلنج کرے تو اس کی تحدی کے جواب میں میدان میں اُترنے کو دنیا کا کون سا قانون جارحیت کہتا ہے۔ جب آپ کو معلوم ہو کہ فلاں قبیلہ یا فلاں علاقے کے لوگ آپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو ان کی تیاریاں مکمل ہونے سے پہلے انھیں جا لینا اور جنگ کے بجائے محض انھیں ڈرانے اور ان کی تیاریاں غتربود کرنے پر اکتفا کرنا ''غزوہ'' کیسے ٹھہرتا ہے۔ علاقے میں امن قائم کرنے اور دفاع مضبوط کرنے کے لیے مضبوط قبیلوں کے پاس جانا اور معاہدے کرنا ''جنگ کرنے اور تلوار بدست ہونے'' کے الزام کو کیونکر تقویت دے سکتا ہے۔

مدافعانہ جنگیں

اگر کوئی قوم یا ملک آپ پر حملہ آور ہو اور آپ مدافعت پر مجبور ہوں تو اس میں آپ کا قصور کیا بنتا ہے۔ حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی حیاتِ طیبہ کی تین اہم ترین جنگیں اسی صورت میں پیش آئیں۔ کفار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے' آپ ﷺ نے شہر سے کافی دور جا کر یا شہر سے نکل کر یا شہر کے گرد خندق کھود کر ان کے حملے کو روکنا چاہا۔ اس صورت کو غزوہ کہنا (جنگ کے ارادے سے سفر اختیار کرنا) کیا جواز رکھتا ہے؟
جنگِ بدر کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان شام سے آنے والا تجارتی قافلہ لُوٹنے نکلے تھے' لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور کفارِ مکہ کے عظیم لشکر سے مقابلے کی نوبت آ گئی۔ ابواء' بواط اور ذوالعشیرہ کے ''غزووں'' کی غرض و غایت بھی یہی بیان کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں چند سوالات ایسے ہیں جن کا جواب مشکل ہے۔

(الف) اس حقیقت کی کیا توجیہ ہے کہ حضور ﷺ کی سرکردگی میں ہونے والی ان کوششوں میں کبھی کوئی کامیابی کیوں نہیں ہوئی۔ جب بھی اسلامی لشکر پہنچتا' تجارتی قافلہ نکل چکا ہوتا تھا۔

(ب) کیا ایک نوزائیدہ مملکت جس کے سربراہ (ﷺ) نے دس سال کے قلیل عرصے میں اسے دنیا سے منوالیا' دو ماہ کی انتہائی کم مدت میں بار بار (تین بار) قافلوں کو لوٹنے کی مسلسل ناکامی برداشت کر سکتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے نتیجے میں مملکت روز بروز مضبوط سے مضبوط تر کیسے ہوئی۔

(ج) ان تین ناکام کوششوں کے بعد غزوۂ بدر کی اصل بھی اگر یہی مان لی جائے کہ مسلمان تجارتی قافلہ لُوٹنے کے لیے نکلے تھے' تو اسے بہت بڑی غلطی نہیں سمجھا جائے گا' لیکن اس کے نتیجے میں ایک بڑے لاؤلشکر کو شکست دینا کیسے ممکن ہوا۔

(د) کیا یہ حقیقت آج تک تسلیم شدہ نہیں کہ تجارتی قافلے لوٹنے والے کمانڈو ایکشن کرتے ہیں' گھات میں بیٹھتے ہیں' قافلے کے کمزور حصے پر دفعتاً حملہ آور ہوتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیابی یا ناکامی' ہر دو صورت میں' جلد از جلد غائب ہو جاتے ہیں۔

(ہ) کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے کسی مقصد کے لیے باقاعدہ کھلے عام تیاری کی جائے اور تین سو سے زائد (قریباً سب کے سب) آدمیوں کو جمع کر کے' جن میں بچے بوڑھے سب شامل ہوں' شہر سے اسّی میل دور جا کر پڑاؤ کیا جائے۔

(و) پھر اس بات کا کیا جواز ہے کہ جب تک مسلمان مدینہ منورہ سے بدر پہنچتے ہیں' تجارتی قافلے پر حملے یا متوقع حملے کی خبر مکہ مکرمہ پہنچ بھی جاتی ہے' وہاں سامانِ حرب بھی اکٹھا ہو جاتا ہے' ایک ہزار کا لشکر (سامانِ حرب سے پوری طرح لیس) بھی تیار کر لیا جاتا ہے اور تین سو کلومیٹر دور بدر کے مقام پر آ بھی جاتا ہے۔

بریگیڈیئر گلزار احمد لکھتے ہیں: ''اصل واقعات یوں ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کو جب یہ اطلاع ملی کہ مکی لشکر مکہ سے روانہ ہو چکا ہے تو آپ نے اُمّتِ مسلمہ کا اجلاسِ عام منعقد فرمایا... اس موقع پر حضور (ﷺ) کا پوری ملت کو جمع کرنے اور ان کے سامنے دفاعِ ملک

وملت کے مسئلہ کو پیش کرنے سے اس مسئلے کا اندازہ ہو سکتا ہے''۔

جنگِ اُحُد کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ یہ سراسر مدافعانہ جنگ تھی' جس میں صرف مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کفّار کا مقابلہ کیا گیا' کسی سفر کی کوئی صورت نہ تھی۔

پھر کفار نے اِدھر اُدھر سے سب قبیلے مملکتِ اسلامیہ کے خلاف جمع کر لیے یہودیوں کی سازشیں ان کی پشت پناہ تھیں' وہ سب مل کر دس بارہ ہزار یا اس سے زائد لشکر کے ساتھ مدینہ پر چڑھ دوڑے (۱۰) ان کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکل آنا کیا تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کی کوشش ہے؟ اس جنگِ احزاب (جنگِ خندق) میں کھُلم کھلا لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے کافروں کو بھگا دیا۔ مجاہدین کے تلوار سونتنے کا موقع ہی نہ آیا۔

حملہ آوروں کا تعاقب

کافروں نے طے کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو مکّہ سے چلے جانے کے باوجود آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے' اس لیے وہ چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آتے تھے۔ کرز بن جابر بن حسیل فہری نے کچھ آدمیوں کے ساتھ' مدینہ طیّبہ سے تین میل دور وادیٔ عقیق میں موجود چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ نگران حضرت ذر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا' درخت کاٹے اور جلائے اور جانور ہانک کر لے گئے۔ ہجرت کے بعد یہ کافروں کی طرف سے پہلی شرارت تھی۔ حضور انور ﷺ نے ستر صحابہ کے ساتھ ان کا پیچھا کیا لیکن صرف جانور چھڑا لیے' کسی کو قتل نہیں کیا۔ اسے غزوۂ سفوان یا بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ صرف ڈھور ڈنگر چھڑا لانا غزوہ بھی بن گیا اور تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانا بھی۔

بدر کے معرکے میں کافروں کی جو بھد ہوئی اس کا بدلہ لینے کے لیے ابوسفیان نے دو سو اونٹ سواروں کے ساتھ مدینے کے نزدیک ایک مقام عریض پر شب خون کی صورت میں حملہ کر دیا۔ ان کا تعاقب کیا گیا تو وہ اپنے کھانے کے لیے جو سَتّو ساتھ لیے پھرتے ہیں' پھینک کر جان بچا کر بھاگ گئے۔ صرف حملہ آوروں کو دوڑا دیا گیا' مارا وارا کسی کو نہیں لیکن یہ ''غزوۂ سُوَیق'' بھی تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کا طعنہ بن گیا۔ العیاذ باللہ!

معرکۂ اُحد کے بعد حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کے حکم سے ستّر صحابہ نے کفّار حملہ آوروں کا پیچھا کیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے' صحابہ رات کو واپس آ گئے۔ دوسرے دن سرکارِ دو عالم ﷺ خود صحابہ کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے لیکن ابوسفیان یہ خبر پا کر اپنے لشکر کو تیزی سے مکہ مکرمہ لے گیا۔ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

ذی قرد نامی چشمے پر حضور پُرنور ﷺ کی اونٹنیاں تھیں۔ کافروں نے عبدالرحمٰن بن عُیَیْنَہ فزاری کی سرکردگی میں اس چراگاہ پر حملہ کیا۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا کیا اور مدد کے لیے اہلِ مدینہ کو پکارا۔ ڈاکو بھاگے' اونٹنیاں بھی چھوڑ گئے اور بھاگتے ہوئے ان کی چادریں بھی گرتی گئیں۔ حضور انور ﷺ بھی پہنچ گئے لیکن کافر بھگوڑے ہو چکے تھے۔ سلمہ نے پیچھا کرنے کی اجازت طلب کی مگر اجازت نہ دی گئی (۱۱) حملہ آوروں' ڈاکوؤں کو کچھ نہیں کہا گیا' صرف اپنے جانور چھڑائے گئے' ان کا تعاقب تک نہیں کیا گیا مگر اسلام کے تلوار کے زور سے پھیلنے کا الزام بہر حال موجود ہے۔

قاتلوں کا تعاقب

رجیع کے مقام پر تبلیغ کے لیے گئے ہوئے دس صحابہؓ کو دھوکے سے گھیر کر شہید کر دیا گیا۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دوسرے نو صحابہ پر کیے گئے ظلم کا بدلہ لینے حضور پُرنور ﷺ خود نکلے۔ بنولحیان کو اطلاع ملی تو قاتل بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ حضور ﷺ نے اِدھر اُدھر دستے بھی بھیجے مگر وہ ہاتھ نہ آئے اور آپ واپس لوٹ آئے۔ مبلّغین کو کسی وجہ کے بغیر شہید کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے دو سو صحابہ کے ساتھ قاتلوں کا پیچھا کیا' وہ ہاتھ نہ آئے' کوئی مارا نہیں گیا مگر اسلام بہر حال تلوار کے بل پر پھیلا۔

معاہدہ شکنی پر سزا

آقا حضور ﷺ نے مدینہ طیّبہ میں تشریف لاتے ہی یہاں کے رہنے والے تین یہودی قبیلوں (بنونضیر' بنوقریظہ اور بنوقینقاع) سے معاہدہ کر لیا تھا کہ یہودیوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہے گی' مسلمان ان کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور جنگ ہوئی تو یہودی مسلمانوں کی مدد کریں گے' وغیرہ۔ بدر کے واقعے کے بعد بنوقینقاع نے معاہدہ

توڑنے کا اعلان کر دیا اور کئی اور حرکتیں ایسی کیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ ان کے گھروں کا محاصرہ کیا اور پھر انھیں مدینہ چھوڑنے کا حکم جاری فرمایا۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل سے کُفّار کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے لیکن واقعہ رجیع میں دس مبلغ صحابہ کو اور بئر معونہ میں ستّر قاریوں کو شہید کرنے سے اسلام دشمنوں کے شکستہ حوصلوں کو سہارا ملا اور یہودیوں کو جرأت ہوئی اور وہ (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش میں لگے۔ بنی نضیر کی یہ سازش پکڑی گئی تو انھیں نوٹس دیا گیا کہ وہ دس دن کے اندر مدینے سے نکل جائیں اور انھیں تمام ساز و سامان ساتھ لے جانے کی اجازت دے کر شہر بدر کر دیا گیا۔

بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد بنو قریظہ نے پھر معاہدہ کیا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے لیکن جنگِ خندق کے موقع پر معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی۔ اس معاہدہ شکن قبیلے کا ۲۵ دن محاصرہ کیا گیا۔ آخر سعد بن معاذؓ ثالث مقرر ہوئے اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ امن کے اس دشمن قبیلے کے تمام مرد قتل کر دیے جائیں۔ اس فیصلے پر عمل ہوا۔ (۱۲)

حُدیبیہ کے معاہدے کے مطابق کسی ایک فریق کے حلیف قبائل کے ساتھ دوسرا فریق جنگ نہیں کر سکتا تھا۔ دو سال تو اس پر عمل ہوا لیکن ۸ ہجری میں مسلمانوں کے ساتھی قبیلے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی لڑائی میں کفارِ مکہ نے مدد کی۔ حضور ﷺ نے اہلِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ بنو خزاعہ کا خوں بہا دو اور بنو بکر کی مدد سے ہاتھ اُٹھا لو۔ کفارِ مکہ نے اس پر معاہدۂ حُدیبیہ منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے تیاری کی اور مکہ پر حملہ کر دیا۔ اس فوج کشی کے نتیجے میں جھڑپیں تو ہوئیں، کھلی جنگ نہیں ہوئی اور فتح کے بعد سرکارِ والا تبار ﷺ نے جس طرح ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ'' کا اعلانِ عفوِ عام فرمایا اور جس عجز و انکسار کی کیفیت میں مکہ میں داخل ہوئے، وہ اشاعتِ اسلام کو تلوار کے تابع کرنے والوں کے منہ پر تھپّڑ کی طرح ہے۔

چیلنج کے جواب میں

اُحد سے واپسی پر ابوسفیان نے للکار کر کہا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر یدھ

پڑے گا۔ حضور ﷺ پندرہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ بدر پہنچے مگر ابوسفیان مرّالظہران کے علاقے مجنہ پہنچ کر واپس چلا گیا۔ حضور ﷺ نے آٹھ دن انتظار کیا اور واپس مدینے تشریف لے گئے۔ بدرِ موعد کا یہ واقعہ بھی اسلام دشمنوں کی الزام تراشی کو روک نہیں سکا۔

جب دشمن کو حملے کی تیاری مکمل کرنے سے پہلے جا لیا گیا

مدینہ منورہ سے کوئی اسّی میل دور قرقرۃ الکُدر میں بنو سُلیم اور بنو غطفان مدینے پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے کہ آپ ﷺ دو سو صحابہ کے ساتھ نکلے۔ وہ مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر بھاگ گئے (یہ غزوہ بنی سلیم یا قرقرۃ الکدر کہلاتا ہے)۔

نجد میں غطفان کے علاقے میں ذی امر نامی چشمے پر بنو محارب اور بنو ثعلبہ مدینے میں لوٹ مار کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر بھاگ گئے۔ ایک شخص ملا جو حضور ﷺ کے سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا (یہ غزوہ ذی امر/غطفان/انمار کہلاتا ہے)۔

پچاس ساٹھ میل دور فرع کے نزدیک نجران کے مقام پر بنو سُلیم اسلام کی مخالفت میں جمع ہو رہے تھے۔ انھیں بھگانے کا اہتمام کیا گیا تو وہ بھی جان بچا کر بھاگ گئے (یہ غزوہ نجران یا غزوہ بنو سلیم ہے)۔

بنو نضیر سے فارغ ہونے پر اطلاع ملی کہ بنو غطفان کے دو قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ بدوؤں کو مسلمانوں سے لڑائی کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ یہاں بھی اسلامی دستے کی آمد کی خبر پا کر شرارتی کافر ادھر اُدھر ہو گئے اور لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مدینہ منورہ پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو تصدیق کے لیے بھیجا گیا۔ اطلاع کی تصدیق ہو گئی تو حضور پاک ﷺ صحابہ کے ساتھ وہاں گئے مگر وہ لوگ بھاگ گئے۔ البتہ مُریسیع کے رہنے والوں نے لڑائی کی۔ دس کافر مارے گئے، ایک مؤمن شہید ہوا (یہ غزوہ بنو مصطلق یا غزوہ مُریسیع تھا)۔

خیبر کے یہودی، بنو فزارہ، بنو کنانہ اور ہودہ بن قیس کے ساتھ مل کر اسلام کے مقابلے

کی تیاریاں کر رہے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا گیا کہ وہ شرارت سے باز آ جائیں اور صلح کا معاہدہ کر لیں لیکن وہ سیدھی راہ پر نہیں آئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام چودہ سو پیدل اور دو سو سوار لے کر گئے۔ خیبر کے آٹھ قلعوں میں سے پہلے ناعم پھر صعب فتح ہوا۔ پھر قلعہ زبیر اور نزار اور دوسری طرف کے تین قلعے بھی فتح ہوئے۔ یہودیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی۔

مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع وادیِ حُنین میں ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاری کی۔ خبر کی تصدیق کے بعد حضور اکرم ﷺ بارہ ہزار صحابہ کے ساتھ حنین پہنچے۔ کافروں کو شکست ہوئی اور ہزاروں قید ہوئے۔

حُنین میں کافروں کی فوج شکست کھا کر طائف میں پناہ گزین ہوئی اور اس نے وہاں جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اسلامی لشکر نے کئی دن ان کا محاصرہ کیا' لیکن بعد میں محاصرہ چھوڑ کر جعرانہ آ گئے۔

شام کے بیوپاریوں نے بتایا کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر بلقا تک پہنچ گیا ہے' اس میں بہت سے عرب قبیلے بھی شامل ہو گئے ہیں' ہرقل نے بھی چالیس ہزار فوجی بھیجے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ خبر درست نہ تھی۔ چنانچہ جنگ نہ ہوئی۔

خیبر کی فتح کے بعد حضور ﷺ وادی القریٰ تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے تیروں سے خیر مقدم کیا۔ دوسرے دن دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آخر یہودیوں کو شکست ہوئی۔

قبیلہ انمار یا بنو غطفان کی دو شاخوں کے اکٹھ کی خبر سن کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کے ساتھ نجد کے علاقے کا رُخ کیا۔ یہاں لڑائی نہیں ہوئی' البتہ سر اٹھانے کی کوشش کرنے والے ڈر گئے۔

اہلِ تحقیق دیکھ لیں کہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف قبیلوں کے خلاف بھی تلوار اُس وقت تک استعمال نہیں کی گئی جب تک انھوں نے پہل نہیں کر دی۔ جہاں ایسے شر پسند اِدھر اُدھر ہو گئے ہیں' اسی کو کافی سمجھا گیا کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ جہاں جنگ کے سوا چارہ نہیں نظر آیا' وہاں بھی اسلام کی دعوت دی جاتی رہی۔ مقصد یہی تھا کہ امن قائم رہے' جنگ کی نوبت نہ

آئے اور تلواروں کی جھنکاروں سے بچا جا سکے۔ پھر بھی اگر اسلام تلوار ہی کے زور پر پھیلا ہے تو کیا کہا جا سکتا ہے۔

حضور ﷺ کے سفارتی سفر

ابواء' بواط' ذوالعشیر' اور بنو غفار...... یہ سب حضور ﷺ کے سفارتی اور معاہداتی سفر تھے لیکن مؤرخین نے انھیں بھی غزوات میں شمار کر کے ان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ابواء کا سفر بنو ضمرہ کے ساتھ' بواط کا سفر وہاں کے لوگوں کے ساتھ' ذوالعشیر کا سفر بنو مدلج کے ساتھ اور بنو غفار کا سفر بنو غفار اور بنو اسلم کے ساتھ معاہدے کے لیے کیا گیا۔ نہ اس سفر کی غایت جنگ تھی' نہ لڑائی ہوئی۔

سرایا

سریہ حمزہ' سریہ سیف البحر' سریہ رابغ' سریہ خرار' سریہ ابان بن سعید محض گشتی دستوں کا مارچ تھا۔ رجیع اور بئر معونہ کے واقعات تو اس لیے پیش آئے کہ ان میں ستر اور دس مبلغ صحابہ کو شہید کر دیا گیا' یہ جنگی مہمات کیسے بن گئیں؟ سریہ عبداللہ بن رواحہؓ صلح کا پیغام لے کر جانے والوں کو شہید کرنے کی کوشش کا شاخسانہ تھا۔ کسمی کی مہم ڈاکوؤں پر حملہ کی صورت تھی۔ عُرَینہ کی مہم مرتد ڈاکوؤں کا تعاقب تھا۔ سریہ جموم حملے کا مزا چکھانے کی خاطر ہوا۔ شوال ۸ ہجری میں بنو خزیمہ اور بنو سلیم کو اسلام کی دعوت دینے کے مقصد سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو کچھ صحابہ کے ساتھ بھیجا گیا تو ایک غلط فہمی کی بنا پر لڑائی ہوئی اور کچھ کافر قتل ہوئے۔ حضور ﷺ اس پر حضرت خالدؓ سے کچھ عرصہ ناراض رہے۔ حضرت علیؓ کو تبلیغ کے لیے یمن بھیجا گیا تو کافروں نے اسلامی دستے پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اس پر لڑائی چھڑ گئی۔ سریہ نخلہ خبر رسانی کے لیے بھیجی گئی مہم کو کہا جا رہا ہے۔ زید بن حارثہؓ کی قیادت میں جانے والے تجارتی قافلے پر قبیلہ فزارہ کے ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور قافلہ لوٹا۔ زیدؓ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے' اسے سریہ وادی القریٰ کا نام دیا گیا۔ سریہ عُیینہ اور مہم بنو تمیم جزیہ نہ دینے والوں کے خلاف مہمیں تھیں۔ قرطاء کی مہم' سریہ غمر اور طرف کی مہم مظلوموں کا بدلہ لینے کے لیے تشکیل دی گئیں۔ عزیٰ' سواع اور منات کی تباہی کے لیے جو مہمیں بھیجی گئیں' ان کا مقصد

بُت پرستی کا قلع قمع تھا۔ ابی رافع یہودی، عصما، ابوعفک اور کعب بن اشرف کے قتل کی مہمات کا مقصد توہینِ رسولِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کرنے والوں کا قتل تھا۔

وہ سرایا جن میں دشمن کو تیاری مکمل نہ کرنے دی گئی یہ ہیں: مہم قطن، مہم عرنہ، سریہ ذوالقصہ (محمد بن مسلمہ)۔ سریہ ذوالقصہ (ابوعبیدہ)۔ مہم فدک۔ مہم ترب۔ مہم بنی کلاب۔ / میلعہ کی مہم۔ الجناب کی مہم۔ کدید کی مہم۔ سریہ شجاع بن ابی وہب۔ مہم ذات السلاسل۔ سریہ غابہ۔ خضرہ کی مہم۔ سریہ خبط۔ سریہ قطبہ بن عامر۔ سریہ علقمہ بن مجزز۔ سریہ اُسامہ بن زید۔

حالات کے اس تجزیاتی مطالعے سے اسلام دشمنوں کے اس پروپیگنڈے کی اصلیت سامنے آ جاتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ جن مہموں میں حضورِ پُرنور ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے ان میں بھی اور جو مہمیں آپ نے بھیجیں ان میں بھی آخر وقت تک یہی راہ اختیار کی گئی کہ تلوار نہ اٹھے، خون نہ بہے۔ جہاں حملے کی تیاری کی اطلاعات میں وہاں بھی انھیں ڈرانے پر اکتفا کیا گیا۔ حملہ آوروں تک کا پیچھا نہ کیا گیا۔ البتہ معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف جب انتہائی صورتِ حال سامنے آئی تو تلوار اس لیے اٹھائی گئی کہ امن اور سلامتی کی راہیں معاہدوں کی خلاف ورزی ہی سے مسدود کی جاتی ہیں۔ ورنہ بنوقینقاع اور بنونضیر تک کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر قتل و غارت کے بجائے جلاوطنی کے حکم پر اکتفا کیا گیا۔ دنیا کا کوئی مذہب، دنیا کی کوئی قوم، دنیا کا کوئی ملک اتنی رواداری اور بُردباری اختیار نہیں کرتا اور آج کل تو دنیا کا بدمعاشِ اعظم امریکہ اور اس کے حواری اسلام کے خلاف زہریلی بے پر کی اڑانے میں لگے ہوئے ہیں اور افغانستان، عراق اور فلسطین کے مظلوم عوام کو شبانہ روز تہ تیغ کرنے میں مصروف ہیں .... ورنہ حقیقت یہی ہے کہ اسلام کو پھیلانے والی تلوار حسنِ خلق کی تھی، عفو و درگزر کی تھی، احسان و مروت کی تھی۔ ایسی تلوار کبھی نہ تھی جو آج بموں اور راکٹوں کی صورت میں مظلوم قوموں پر چلائی جا رہی ہے۔

حواشی

(۱) آلِ عمران۔ ۳:۱۵۶ ''یا وہ جہاد کر رہے ہوں'' ''یا وہ جہاد کو گئے''۔

(۲) راغب اصفہانی، امام۔ مفردات القرآن۔ ترجمہ و حواشی محمد عبدہٗ فیروز پوری۔ اہلِ حدیث اکادمی، لاہور۔ جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۷۵۳

(۳) حسن الاعظمی، محمد۔ المعجم الاعظم۔ الجزء الثالث۔ فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، لاہور۔ س ن۔ ص ۲۰۱۴

(۴) المنجد (عربی اُردو) مترجمین سعد حسن خاں یوسفی و دیگر۔ دارالاشاعت، کراچی۔ جولائی ۱۹۷۵ء۔ ص ۷۰۸

(۵) نقوش، لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۲۶ (مقالہ ''عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت'' از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)

(۶) نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۳۱۵ (مضمون ''غزواتِ نبوی ﷺ'' از محمد طاہر فاروقی)

(۷) محمد صدیق قریشی، پروفیسر۔ رسولِ اکرمؐ کا نظامِ جاسوسی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ اشاعتِ اوّل ۱۹۹۰ء۔ ص ۳۶

(۸) عبدالباری۔ رسولِ کریم ﷺ کی جنگی اسکیم۔ الفیصل ناشران، لاہور۔ طبع اوّل ۱۹۸۶ء، ص ۴۳

(۹) گلزار احمد، بریگیڈیئر۔ غزواتِ رسول اللہ ﷺ۔ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔ اشاعتِ اوّل۔ مئی ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۹، ۲۴۰

(۱۰) نقوش رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۳۵۵، ۳۵۶ پر مضمون ''غزواتِ خاتم الرسل ﷺ'' میں ہے کہ ''اس جنگ کے لیے جزیرۃ العرب میں مکہ کے پھیلے ہوئے حلیفوں کا اجتماع بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک بتایا گیا ہے۔ ان میں قریشِ مکہ، بنو اوجہ، بنو مرّہ، بنو فزارہ، بنو سُلیم، بنو غطفان، خیبر کے یہودی قبائل، بنو سعد، بنو کنانہ، بنو تہامہ سب جمع ہو کر حملہ آور ہوئے تھے''

(۱۱) مسلم۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب غزوۃ ذی قرد و غیرھا۔

(۱۲) مسلم۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب اجلاء الیہود من الحجاز۔

(مضمون ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور کی اشاعت خاص مارچ ۲۰۰۷ء میں چھپا۔ ایڈیٹر نے اشاعت کے سرورق پر لکھا: ''نامور محقق، شاعر اور صحافی راجا رشید محمود کا شاہکار'')

☆☆☆☆☆

خالق ومخلوق کے درمیان رابطے کا مستحکم ذریعہ

تمام انبیاء کرام علیہم السلام خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہیں لیکن حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کا اس معاملے میں بھی تفوق یوں مُسلّم ہے کہ باقی تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام اپنے اپنے قبیلوں اور مخصوص علاقوں کے لیے مبعوث کیے گئے اور اپنی قوم اور رب کریم جل شانہ العظیم کے درمیان رابطے کا ذریعہ رہے۔ لیکن حضور نبی الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو تمام کائنات انسانیت کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی نبوت کسی ایک قبیلے‘ کسی ایک قوم‘ کسی ایک خطے یا ملک کی دُنیوی اور اُخروی بہتری کے لیے نہیں‘ پوری انسانیت کی فلاح کے لیے تا قیام قیامت خداوند قدوس وکریم جل وعلا نے جو جو حکم انسانوں تک پہنچانے تھے‘ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اچھائی بُرائی کی جو صورتیں واضح کرنی تھیں‘ حقوق وفرائض کی تعیین کے لیے جس حکمت سے ابلاغ مقصود تھا‘ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کے ذریعے دنیا تک پہنچایا۔ ”قُلْ“ کہہ کر اس نے اپنی بات حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبان حق بیان سے کہلوائی۔ اور اس طرح ہدایت کی جو جہتیں جو صورتیں متعین فرمادیں‘ ان میں قیامت تک کسی ردّوبدل کی گنجائش نہیں۔

خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے اپنی بات‘ اپنا کلام‘ اپنے احکام وفرمودات ہی اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے نہیں پہنچائے‘ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى“۔ تاکہ واضح ہوجائے کہ قرآن مجید کے علاوہ جو جو کچھ حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا اور احادیث مقدسہ کی صورت میں لوگوں تک پہنچا ہے‘ وہ بھی حق ہے‘ اللہ ہی کی بات ہے۔

اِدھر خالق ومخلوق کے درمیان رابطے کے اس مستحکم ذریعے کی دوسری صورت یہ ہے

کہ ہمیں‘ جو کچھ کہنا ہوتا ہے‘ جو گزارشات کرنی ہوتی ہیں‘ جو مانگنا ہوتا ہے‘ ہم بھی اسی ذریعے‘ اسی واسطے سے ربُّ العزّت تک پہنچاتے ہیں‘ رب کریم خالق ورازق عوام کے احکام وارشادات ہم تک اور ہماری عرضداشتیں اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچانے والی ہستی حضور پُرنور ﷺ کی ہے۔ سرکار ابد قرار ﷺ اس طرح اللہ کے پیغام بر اور ہمارے وسیلۂ جلیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام برزخ میانِ حق وخلق ہیں۔

پھر یہ دائرہ صرف بنی نوع انسان تک محدود نہیں۔ آقا حضور ﷺ کو تمام کائناتوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“۔ وہ کائناتیں‘ وہ عوالم جو انسان آج تک دریافت کرسکا ہے اور وہ دنیائیں جن کی موجودگی تک انسانی ذہن ابھی تک نہیں پہنچا‘ ان سب کے لیے حضور حبیب خالق ہر کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ ہماری دنیا کی تمام مخلوقات اور دوسری تمام دنیاؤں کے سارے نظام وہاں کی ساری مخلوقات کے لیے حضور ﷺ ہی رحمت کا مستحکم ذریعہ ہیں۔

اللہ کرے‘ ہم اس ذریعے سے متمتع اور مستفید ہوں‘ اس واسطے سے قرب الٰہی کی منزل پالیں‘ اس وسیلے سے اپنی دعاؤں کو قبولیت واستجاب کی سند دلوادیں۔ اور حضور پُرنور ﷺ کی عظمتوں کو سلام کرتے رہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

☆☆☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ کا طریقہ تزکیۂ نفس

خداوند قدوس و کریم جل شانہ العظیم نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو نبی بنایا ایسے کہ سب انبیاءِ کرام علیہم السلام سے آپ کی نبوت کو تسلیم کرنے کا عہد لیا۔ سرکارِ ابد قرار ﷺ کو رسول بنایا تو رسولِ آخریں کا درجہ دیا اور کسی آئندہ کے لیے یہ سلسلہ ہی ختم کر دیا۔ حضورِ پُرنور ﷺ کو عبدہٗ فرمایا تو معراج کا رتبہ عطا فرما دیا۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو رحمت بنا کر بھیجنے کا اعلان کیا تو وضاحت فرما دی کہ جن کائناتوں کا میں خالق ہوں میرے محبوب ﷺ ان سب عالمین کے لیے رحمت بنا دیے گئے ہیں۔ خدائے لم یزل جل وعلا نے انھیں شاہد بنایا' اچھے کاموں پر خوشخبریاں دینے والا اور بُرے کاموں سے ڈرانے والا بنایا' رب کے اذن سے رب کی طرف بلانے والا کہا' سراجِ منیر گردانا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور رسولِ انام علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کو مومنوں کے لیے اپنا احسان قرار دیا' جو اُن پر اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور ان کا تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ آقا حضور ﷺ مزکّی ہیں۔ انھوں نے معاشرے کو ہر قسم کی بُرائیوں سے پاک فرمایا۔ آپ نے شرک کی آلودگی سے بنی نوع انسان کو نجات دلائی۔ آپ نے مخالفتوں' مخاصموں' لڑائیوں' جھگڑوں کو ختم کرنے اور محبت' اُخوت اور اخلاص و ایثار سے مل جل کر رہنے کی اہمیت واضح فرمائی۔ آپ نے ہم تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ آپ نے غیبت' جھوٹ' حسد اور دیگر رذائلِ اخلاق سے بچا کر معاشرے کو محبتوں' رفاقتوں اور اپنائیتوں کا گہوارہ بنانے کی راہ دکھائی۔ آپ نے طبقاتی منافرت کو ختم کیا۔ موروثی غلاموں کو عزت و توقیر دلائی۔ طبقۂ نسوانیت کو وہ مقام دلایا کہ ماں کے قدموں میں جنت کی تلاش کی راہ سجھائی۔

غرض! حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے ہر قسم کی غلاظت' ہر طرح کی گندگی' ہر نوع کی آلودگی سے انسانیت کو پاک کیا۔ اکھڑ اور ہر وقت لڑائی جھگڑے پر آمادہ لوگوں کو نرم خوئی کی تعلیم دی' ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونا سکھایا۔ ایک دوسرے کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کو ضروری قرار دیا۔ اور ان سب بُرائیوں سے عالمِ انسانیت کو پاک کرنے کے لیے اپنے حُسنِ اخلاق سے کام لیا۔ محبتیں کبھی تلوار سے بھی پھیلی ہیں' یہ تو میٹھے بولوں کا ثمر لطیف ہے۔ ایسا تو سلامتی کے پیغام کو عام کرنے سے ہوتا ہے' ایک دوسرے کے کام آنے سے مروت و مودّت کا دور دورہ ہوتا ہے۔

ربِ کریم ہمیں اپنے مزکّی (ﷺ) کو یاد کرنے' ان سے محبت کے رشتے کو مضبوط کرنے اور ان کے فرمودات و ارشادات پر عمل کے ذریعے' اپنے اندر جڑ پکڑنے والی آلودگیوں کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆
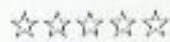
حضور ﷺ کا صبر و استقلال

حضور رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ تمام فضائل اَخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ ہر اچھی بات، ہر اچھا کام، ہر اچھی عادت آقا حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ میں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اعلانِ نُبوّت سے پہلے اور بعد میں سب دیکھنے اور جاننے والے اس بات پر مُتفق تھے کہ آپ کی مبارک زندگی کسی قسم کی کمزوری کی حامل نہیں تھی۔ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کی حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ کرنے اور تجزیہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اور سب اچھائیوں اور بڑائیوں کے ساتھ ساتھ آپ کی صبر و استقلال کی صفت بھی درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ بُت پرستی کے نزدیک نہیں گئے، جن بُرائیوں میں اہلِ عرب ملوّث تھے آقا حضور ﷺ نے استقلال اور پامردی سے، اپنے عمل کے ذریعے ان کی مخالفت روا رکھی۔

حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو دشمنی اور مخالفت و مخاصمت کی جو جو صورتیں کفارِ مکہ کی طرف سے سامنے آئیں، جس جس طرح آپ کو تنگ کیا جانے لگا، جتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں ان کو برداشت کرتے ہوئے آپ نے جس صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا، تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دعوتِ دین کے سلسلے میں جو روتے مکہ میں، طائف میں، تجارتی میلوں میں، ہر جگہ کفارِ مکہ کی طرف سے سامنے آئے، مصائب و شدائد کی جو شکلیں درپیش ہوئیں، حضور محسنِ انسانیت ﷺ کو جس طرح ذہنی اور جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں، آج پوری دنیا ان سے واقف ہے اور ساری دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ ہر ایسی صورتِ حال میں حضورِ پُرنور ﷺ صبر و استقلال کی عظمتوں پر دکھائی دیے۔

طائف میں آپ کو لہولہان کر دیا گیا، مکہ میں ہر طرح تنگ کرنے کی کارروائیاں کی گئیں حتیٰ کہ قتل تک کرنے کی کوششیں ہوئیں مگر آپ کی ثابت قدمی آج بھی ضرب المثل دکھائی دیتی ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے پر بھی سازشیوں کی سازشوں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ ان پیچھا

کرنے والوں کے ساتھ ساتھ یہودِ مدینہ اور منافقینِ مدینہ کی ریشہ دوانیوں کا بھی سامنا رہا۔ غزوۂ اُحد میں جب لشکرِ اسلام میں بھگدڑ مچی تو استقلال و استقامت کا پہاڑ حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی صورت میں دامنِ اُحد میں ڈٹا رہا۔ جنگِ حُنین میں ایسی ہی صورت پیش آئی تو وہاں بھی چشمِ فلک نے آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ دیکھی۔

حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے صلح حُدیبیہ کے موقع پر صبر کا اور فتحِ مکہ کے لیے استقلال کا جو مظاہرہ فرمایا اس کے ساتھ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا جو اعلانِ عفوِ عام فرمایا، وہ خصائصِ نورِ مجسم ﷺ میں سے ہے۔ الغرض! آقا حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ صبر و استقلال کی صفت سے اس طرح متصف نظر آتی ہے کہ کائناتِ عالم میں اس کے عُشرِ عشیر کا مظاہرہ بھی کوئی اور کرتا دکھائی نہیں دیتا۔

آقا حضور ﷺ کے صبر و استقلال ہی کی بدولت دین پھیلا اور اس طرح پھیلا کہ آج دنیا کا کوئی ملک حضور پاک ﷺ کے اُمتیوں سے خالی نہیں۔ ربِ کریم ہمیں آپ کی صفاتِ عالیہ کی پیروی کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

☆☆☆☆☆

خوشیوں کے پیامبر

ہمارے آقا حضور ﷺ کائنات عالم میں مسرتیں بکھیرنے کے لیے تشریف لائے۔ سرکارِ والا تبار ﷺ نے انسانیت کو امن کا پیغام دیا' جور و جفا اور ظلم و استبداد کے استیصال کی راہیں سجھائیں' سکون و طمانیت کی منزل دکھائی اور مسرتوں' محبتوں اور اپنائیتوں کا سایہ عالمِ انسانیت پر پھیلانے کا اہتمام فرمایا۔

اسلام محبّت کا دین ہے۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دین کے تمام پیروؤں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ شکر رنجیوں' مخاصمتوں اور مخالفتوں کو ختم کر کے ایک ہو جانے کا درس دیا۔ سرکارِ ابد قرار ﷺ کے نام لیواؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ کوئی کسی سے حسد نہ کرے کہ اس سے دشمنیاں جنم لیتی ہیں' دلوں میں فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہدایت فرما دی گئی کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو اور جان و مال کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی اور چغلی کو ممنوع فرما دیا گیا' کھوج لگانے سے روک دیا گیا' پردہ پوشی کے بارے میں حکم ہُوا کہ جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اِس طرح حضور ﷺ کے فرمودات کے مطابق جو حقوق العباد متعیّن ہوئے' ان کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اہلِ ایمان محبّت و اُخوّت کے سائے میں زندگی گزاریں اور دنیا و آخرت میں خوشیاں اور مسرتیں حاصل کریں۔

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات اور آپ کا اُسوۂ حسنہ ہمیں خوشیوں ہی کا راستہ دکھاتا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ عالمِ انسانیت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور خود ان کی رسالت و محبّت کے جھنڈے تلے ہنستا مسکراتا نظر آئے۔ انسانوں میں محبّت کم ہو' ایک دوسرے سے دوری ہو تو لوگ ہنسنا مسکرانا بھول جاتے ہیں۔ خوشیاں اِسی صورت میں نصیب ہوتی ہیں کہ معاشرہ پُرسکون ہو' امن کی جلوہ گری ہو' اپنائیتوں کا راج ہو۔ حضور حبیبِ ربِّ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے خوشی کے اجتماعی اظہار کے

لیے دن مقرّر فرما دیئے۔ ایسے دو دن تو حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ارشاداتِ کریمہ نے متعیّن فرمائے اور ایک دن خود آپ کی ذاتِ گرامی اور اس ذاتِ گرامی سے عقیدت نے ہمیں بخش دیا۔ ہم عید مولود النبی ﷺ تو اللہ کے احسان پر شکر گزاری اور اس نعمتِ کُبریٰ کی تحدیث میں مناتے ہیں کہ آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیائے آب و گِل میں تشریف فرما ہوئے تو ہمیں خوشیوں کا راستہ ملا اور محبّتوں کی ضیائیں نصیب ہوئیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو حضورِ پُرنور ﷺ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کا بھرپور اجتماع بنا دیا۔ سال بھر اپنے اعزّہ و اقربا' احباب' محلّے داروں' مفلوک الحال بھائیوں کو مسرتیں بانٹنے والے جُمعے پر اس دائرے کو وسیع کرتے ہیں اور عیدین پر یہ دائرہ شہر بھر کو اپنے دائرے میں لے لیتا ہے۔

اِن موقعوں پر مسلمانوں کے لیے تسبیح و تہلیل کا اجتماعی مظاہرہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا اظہار ہے اور اسی کے فروغ و احیاء کے لیے حضور ﷺ نے کامیاب کوششیں فرمائیں۔ اجتماعی خوشیاں تو مکمل ہی تب ہوتی ہیں' جب اس میں سب شامل ہوں' اس لیے حضور خاتم النبیین ﷺ نے عید کے موقعوں پر غریبوں کی مدد کرنے اور انھیں برابر بٹھانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک عید کے موقع پر ایک یتیم بچے کو پریشان دیکھ کر آپ اسے گھر لائے' اسے اچھے کپڑے پہنائے' کھلایا پلایا اور فرمایا کہ مَیں تمھارا باپ اور عائشہؓ تمھاری ماں ہے۔ عید پر انفرادی خوشیوں کا اظہار نہیں' اجتماعی مسرتوں کا اہتمام حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا مقصود رہا۔ اس لیے عید کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس موقع پر ایک آبادی کے مسلمان اکٹھے ہو کر قومی اور ملّی مسائل پر غور و فکر کریں اور خوشیوں کا دائرہ تمام لوگوں تک پھیلے۔ پھر خاص طور سے عید الاضحیٰ کی خوشی میں اللہ کے دین کے نفاذ اور غلبے کے لیے قربانی دینے کا داعیہ رکھنا بھی اس عید کی قربانی کا مقصد ہے۔

ربِّ کریم ہمیں اُسوۂ رحمتِ ہر عالم ﷺ پر چل کر عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت میں خوشیاں بکھیرنے اور مسرتیں پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆
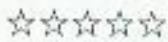
غم کے مواقع پر اُسوہ حضور ﷺ کی رہنمائی

ہمارے آقا حضور سید الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی حیات طیبہ کو اہلِ ایمان کے لیے اُسوۂ کامل فرمایا گیا۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زندگی کے تمام پہلوؤں میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لیے سیرت سرکار ﷺ میں رہنما اصول موجود نہ ہوں۔ معاشرت ہے تو ہر مومن کو دوسرے مومن کا بھائی بنا دیا گیا۔ سیاست ہے تو سب سے زیادہ پرہیزگار اور دانشور لوگوں کو فوقیت ہے۔ معیشت ہے تو دولت کی تقسیم کا مثالی نظام موجود ہے۔ تعلیم ہے تو ہر مرد اور عورت کے لیے ماں کی گود سے کنارِ گور تک علم حاصل کرنے کی رہنمائی ہے۔ حتیٰ کہ زندگی کے معمولات تک میں آقا حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کا اسوۂ حسنہ ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔

سرکار ﷺ کی حیاتِ طیبہ بتاتی ہے کہ ہمیں محبت و اُخوت اور بھائی چارے کے عمل میں کیا کرنا ہے' دشمنی کے آداب کیا ہیں' آپس میں ناراضی کی حدود کیا ہیں' نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے' چلتے ہوئے کن پہلوؤں کا دھیان رکھنا ہے' جنگ کے اصول کیا ہیں' امن کیسے قائم کیا اور قائم رکھا جا سکتا ہے۔ خوشی ظاہر کرنے کے کیا طریقے ہیں اور اس کی حدود کیا ہیں۔ بے تعلقی کہاں روا ہے اور رنج و غم کے مواقع پر ہمارے رویے کیا ہونے چاہئیں۔

اصل میں حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لایا ہوا نظامِ زندگی جس پر سرکارِ والا تبار ﷺ نے خود عمل کر کے دکھایا' میانہ روی کا مذہب ہے۔ اس میں انسانی جذبوں پر نہ تو قید لگائی گئی ہے' نہ انھیں بگٹٹ چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ محبت ہے تو اس میں والہانہ پن ایسا نہ ہو کہ "دماغ کا خلل" قرار دیا جا سکے۔ دشمنی ہے تو صرف خدا اور رسولِ خدا (جل جلالہ و ﷺ) کے لیے ہو۔ مسرت و انبساط اور خوشی کا موقع ہو تو اس کا اظہار بھی شریفانہ حدود میں

ہو اور غم و آلام کا مرحلہ آ جائے تو بھی ایسا نہ ہو کہ آدمی کے پَران ساتھ چھوڑ دیں۔

ہر انسان کی زندگی میں مشکل مرحلے آتے ہیں' ایسے مواقع آتے ہیں جو انسان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتے۔ ایسے حالات میں ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا اعلیٰ انسانی اقدار و روایات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ حضور اکرم ﷺ چھے برس کے تھے کہ مدینہ طیبہ جو اس وقت یثرب تھا' وہاں سے واپسی پر راستے میں آپ کی والدۂ معظمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے رب کریم کے پاس چلی گئیں۔ اس صغر سنی میں بھی حضور پُرنور ﷺ کے (نعوذ باللہ) رونے پیٹنے کی کوئی خبر نہیں۔ بعد میں ابواء شریف کے مقام پر اپنی والدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر حاضری کے ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رونے کی روایت موجود ہے۔ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ (ﷺ) اپنے بیٹے کی وفات پر آپ کے آنسو نکلے۔ اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور عمِ رسول ﷺ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے سال کو آپ کا "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دینا' ظاہر کرتا ہے کہ غم کرنا اور میانہ روی سے غم منانا' جائز ہے۔

سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آقا حضور سرکارِ والا تبار ﷺ کا یہ فرمانا کہ کیا آج حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں اور اس ارشاد کی روشنی میں شہداءِ اُحد پر رونے سے پہلے اہلِ مدینہ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے رونا اور بعد میں بھی عرصے تک یہی رویہ رکھنا' یہ ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف اپنے اعزہ و اقربا' بلکہ ملی اور قومی رہنماؤں کی وفات اور شہادت پر میانہ روی کے ساتھ رونا' فرمودۂ حضور ہے' سنتِ حضور ہے ﷺ۔ یہاں نہ سنگ دلی کی گنجائش ہے' نہ از خود رفتہ ہونے کی۔ رب کریم جل وعلا ہمیں اُسوۂ حضور ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش مزاجی

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تمام پہلو آپ کے نام لیوا امتیوں کے لیے نمونہ ہیں۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ ہماری معاشرت کا ہر گوشہ، ہماری سیاست کے تمام زاویے، ہماری معیشت کے تمام معاملے آقا حضور ﷺ کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا مبلغین کے لیے نمونہ ہیں، امن کے داعیوں کے رہنما ہیں، سپہ سالاروں کے لیے آپ کی حیاتِ طیبہ روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ مجلسی آداب کے لیے گھریلو زندگی کے لیے، اجتماعی معاملات میں حتمی فیصلوں کی خاطر۔ غرض زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کے لیے جو فرد یا معاشرہ حضور پُرنور ﷺ کے نقوشِ پا کو مشعلِ راہ سمجھتا ہے، وہ دین و دنیا میں کامرانی و کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

آج کی محفل میں حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوش مزاجی کے بعض پہلو ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ اس حوالے سے بھی سرکارِ ابدقرار ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس خوش مزاجی میں کسی کی توہین و تضحیک کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی دل نہیں دُکھتا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی۔ ہمارے لیے بھی ضروری ہے کہ ہم خوش مزاجی اور مزاح کے اس رستے کو اپنائیں، جس سے شکر رنجی نہ پیدا ہو بلکہ محبتیں بڑھیں۔

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موروثی کنیز جنھیں آپ نے اُمّی بَعْدَ اُمّی فرما کر ماں کا درجہ عطا فرمایا، انھوں نے ایک بار عرض کیا کہ آپ مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ عطا فرمائیں۔ فرمایا: میں آپ کو اونٹ کا بچہ دوں گا۔ عرض کیا: میں سواری چاہتی ہوں، آپ مجھے پالنے پوسنے پر لگانا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ماں! ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے ایک بوڑھی صحابیہؓ سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ رونے لگیں تو سرکارِ والا تبار ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اُن کو جوان بنا کر جنت

میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ دیہات کے رہنے والے تھے۔ ایک دن مدینہ طیبہ کے بازار میں خرید و فروخت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آقا حضور ﷺ نے انھیں دیکھا تو پیچھے سے آ کر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ انھوں نے ہاتھوں کے لمس میں اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی خوشبو محسوس کی تو خوش ہوئے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنی خوش طبعی کا ہدف بنا کر ان کا مرتبہ بلند فرما دیا ہے، حضور ﷺ نے انھیں اپنا دیہی دوست فرمایا۔

ایک دفعہ کھجوریں تناول فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے گٹھلیاں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے سامنے رکھ دیں۔ بعد میں پوچھا کہ آج کھجوریں کس نے زیادہ کھائی ہیں؟ حضرت علیؓ نے اپنے سامنے دیکھا، پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نظر دوڑائی اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں کھجوریں گٹھلیوں سمیت نہیں کھاتا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حضور نورِ مجسم رحمتِ ہر عالم ﷺ کی خوش طبعی اور آپ کے تربیت یافتگانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوش مزاجی کسی طرح کسی طبیعت پر بوجھ نہیں بنتی بلکہ فضا میں خوشگوار تعطّر کی سی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اسی طریقے کو اپنائیں۔ اور مزاح کو ہزل، یاوہ گوئی اور دل آزاری کا ذریعہ نہ بننے دیں۔ ربِ کریم ہمیں آقا حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کر کے ایک صالح، پرسکون اور محبت بھرا معاشرہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُنیا کے سب سے بڑے انقلابی

زندگی کے کسی ایک شعبے میں یا حیاتِ انسانی کے کسی ایک پہلو سے کئی حیثیت میں انقلاب لانے والی کئی شخصیتیں سامنے آتی ہیں لیکن زندگی کے تمام شعبوں اور حیاتِ انسانی کے سارے پہلوؤں میں انقلاب لانے والی ایک ہی ہستی نظر آتی ہے۔ وہ ہستی جو مامُور مِنَ اللہ تھی۔ وہ ہستی جس کے سامنے کائناتیں ہیں۔ جو ساری دنیاؤں کی تخلیق کا سبب تھی۔ جو قیامت تک کے لیے ان تمام عالمین کی خاطر رحمت بنا کر بھیجی گئی ہے۔

حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء باعث تخلیقِ عوالم ہیں۔ ان سب جہانوں میں جہاں جہاں رحمت کی ضرورت ہے اور رحمت کی ضرورت کہاں نہیں ہوتی، وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض و برکات موجود ہیں۔ کائناتِ انسانیت کی بہتری کے لیے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسا انقلاب لائے جس سے دنیا کی ہیئت ہی بدل گئی۔ سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما تبدیلیاں فرمادیں۔ بنیادی طور پر دنیا کو احترامِ انسانیت کی وہ راہ دکھائی جو اس سے پہلے کہیں نظر نہ آتی تھی۔ انسان کو نسل و رنگ اور دوسری ٹکڑیوں میں تقسیم کرنے کا سدِ باب فرماتے ہوئے حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سب کو ایک اور نیک بننے پر مائل کیا۔ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر جو برتری حاصل تھی اس کو ختم فرمادیا۔ عزت دار قبیلوں والے کالے غلاموں کو "سیدنا" (ہمارے آقا) کہنے لگے۔

حضور فخرِ موجودات سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ معیشت میں انقلاب لائے۔ کمائی کی بھی حدود مقرر فرمائیں، خرچ کے بھی راستے متعین فرمائے اور تقسیم دولت کا جو مربُوط نظام عطا فرمایا اس پر عمل کرنے سے تمام معاشی مسائل پلک جھپکتے میں حل ہو سکتے ہیں۔

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرت کے سُدھار نے کے لیے جو رہنما اصول دیئے اور ان پر عمل کر کے دکھایا اس سے اپنائیتیں بڑھیں اور مخاصمتیں اور مخالفتیں بلکہ شکر رنجیاں تک ختم ہوئیں اور سب لوگ یک جان و دو قالب کی طرح ایک ہو گئے۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا نظامِ حکومت و سیاست دیا، جس میں حاکمیت اللہ کریم جلّ شانہٗ کی تھی، مسلمان سربراہ خلیفہ ہوتا تھا، اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے چلنے والا، جس میں عہدے کی خواہش ممنوع ٹھہری، جس میں تمام شہریوں کی جان و مال و آبرو کا تحفّظ حکومت کی ذمہ داری تھی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازدواجی زندگی کو مربوط و منظم بنایا، لوگوں کو علم کی اہمیت جتائی اور انھیں حصولِ علم و حکمت پر لگایا، جس کے باعث مسلمانوں نے دنیا میں سب سے زیادہ فروغِ علم و دانش کی کارروائیاں کیں، ایجادات کیں۔ آپ نے امن اور رواداری کے نفاذ و فروغ کے لیے انقلابی اقدامات کیے حتیٰ کہ جنگیں بھی اسی مقصد سے لڑیں۔ آپ نے غیر مسلموں کو وہ حقوق دیئے جو آج تک خود اُن کے اپنے نہیں دے سکے۔ آپ نے ہر قسم کی آلودگی کو ختم کرنے کی راہیں بتائیں۔ طہارت اور پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا۔

غرض دنیائے انسانیت کا کوئی شعبہ، کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں انقلابی اقدامات نہ کیے ہوں، اسی لیے دشمنی، تعصّب اور تنگ نظری سے جس نے بھی دنیا میں کام نہیں لیا، اسے تسلیم کرنا پڑا کہ دنیا میں ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑا انقلابی کوئی نہیں آیا۔

ربِّ کریم ہمیں حضور رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی اتباع اور پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خارجہ پالیسی

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے‘ اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں اور حیاتِ انسانی کی سب جہتوں کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے ربِ کریم جلّ وعلا کے احکام کے مطابق اپنے اُسوۂ حسنہ کے ذریعے انسانوں کو ہر شعبۂ حیات میں کامیابی کے راستے دکھائے۔ حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی معاشرتی پالیسی نے معاشرے اور ماحول کو سکون و طمانیت کا گہوارہ بنا دیا۔ حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معاشی پالیسی نے عُسرت و ثروت کے درمیان حائل خلیج کو پاٹ دیا اور نظامِ حکومت کے حوالے سے اللہ کی حاکمیت قائم کی اور منافرتوں کے بجائے اپنائیتوں کو رواج دیا۔ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخلی طور پر نظامِ اُخوّت کی عمل داری کے ذریعے مخالفتوں‘ مخاصموں کے تصوّر کو مٹا کر محبّت و مودّت کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کیا اور سب سے پہلے اُس شہر کے غیر مسلموں سے معاہدہ کیا‘ جس شہر کو مستقبل قریب میں اسلامی ریاست کا مرکز بننا تھا۔

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت سے پہلے حبشہ کی طرف صحابہ و صحابیات (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہن) کی ہجرت بھی دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خارجہ پالیسی ہی کا ایک رُخ تھا‘ جس کے نتیجے میں تبلیغِ اسلام کا دائرہ مکہ مکرمہ سے بڑھ کر ایک دوسرے ملک تک وسیع ہوا‘ اور شاہِ حبشہ اصحمہ نجاشیؓ حلقہ بگوشِ اسلام ہُوا۔

مدینہ منوّرہ میں مواخات نے مہاجرین و انصار کو یک جان و دو قالب بنا دیا۔ اوس اور خزرج کے متحارب قبیلے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ سے معاہدے قرار پا گئے تو حضور محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آس پڑوس کے قبائل کے دورے کیے اور ان کے ساتھ بقائے باہمی کے معاہدے کیے۔ غزوۂ ابوا‘ غزوۂ بواط‘ غزوۂ ذوالعشیرہ وغیرہ میں جنگ کی کوئی صورت تھی‘ نہ ضرورت۔ ابوا میں بھی صلح و عافیت کا معاہدہ ہوا۔ بواط میں رضویٰ کی جانب بھی سفارتی سفر تھا۔ ذی عشیرہ میں بھی صلح‘ امن اور آشتی کا باب کھلا۔ حضور رحمت

للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلامتی کے دین‘ اسلام کو جنگ و جدل کے ذریعے نہیں‘ امن اور محبت کی وساطت سے عام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی معاہدہ شکن کے خلاف تلوار اٹھائی یا حملہ آور کے مقابلے میں دفاعی جنگ لڑی تو بھی اہلِ اسلام کے انفرادی اور اجتماعی کردار نے متحاربین کو بھی متاثر کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کسی سفر پر تشریف لے گئے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی مہم روانہ فرمائی تو بھی راستے میں آنے والے قبائل سے محبت کا سلوک کیا‘ ان سے دفاعی‘ تجارتی اور سیاسی معاہدے کیے۔ معاہدہ شکنوں کو معاف نہیں کیا گیا‘ فتح مکہ کی عظمت بھی اہلِ اسلام کو معاہدہ شکنوں کی حماقت کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاہدات نے امن و سلامتی کی دعوت سے کُفّارِ قریش کے منہ کی کھانے کی وجہ سے وفود آ کر جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روم‘ فارس‘ مصر‘ شام‘ یمامہ‘ عمّان‘ بحرین‘ حبش کے فرمانرواؤں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس طرح آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیاب خارجہ پالیسی کی بدولت دس سال کی قلیل مدت میں اسلامی ریاست مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو گئی اور اسلام کی حقّانیت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظامِ تعلیم و تربیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

ہمارے آقا حضورؐ کائنات کے محسنِ اعظم ﷺ نے فرمایا: ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ'' کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، وہ چاہے مرد ہو یا عورت۔ اور حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے لائے ہوئے نظام میں اس فرض کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہاں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کا پابند کیا گیا ہے تاکہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کو بلا امتیازِ تذکیر و تانیث تعلیم دینے کا اہتمام ہو۔ اس اہتمام میں افراد اپنے طور پر شریک ہیں۔ حکومت پر الگ یہ فرض ہے کہ وہ ہر شہری کے لیے تعلیم کا مناسب انتظام کرے۔ اسلام دولت مند اور باثروت اشخاص کو بھی تحریک دلاتا ہے کہ وہ اپنے وسائل تعلیم کو عام کرنے میں استعمال کریں۔ ماں باپ پر الگ فرض عائد ہے کہ وہ اولاد کی تعلیم و تربیت کا ضروری بندوبست کریں اور ہر شخص ذاتی طور پر الگ پابند ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نظام میں تعلیم کسی طرح محدود نہیں نہ کسی خاص عمر تک، نہ کسی خاص ڈگری کے حصول تک، نہ علم کے کسی ایک شعبے تک۔ آقا حضور ﷺ نے فرمایا اُطْلُبِ الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ کہ ماں کی گود سے کنارِ گور تک علم حاصل کرو۔ یعنی مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام عمر طالبِ علم رہے۔ یہاں کسی خاص ڈگری کے حصول کا معاملہ بھی نہیں ہے، اسی لیے حصولِ علم کو انسان کے سانسوں کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ پھر قرآن مجید میں ہے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ. یعنی مومن کو اونٹ اور دوسرے جانوروں کی تخلیق پر، آسمانوں کی بلندی پر، پہاڑوں کے نصب ہونے اور زمین کے مسطوح اور ہموار ہونے پر غور کرنے کا حکم ہے۔

یوں کائنات اور تخلیقِ کائنات پر غور و فکر کرنے اور اس طرح خالقِ کائنات کی عظمتوں کا ادراک کرنے کی راہ دکھائی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا اشرف المخلوقات ہونا علم ہی کی وجہ سے ہے۔ علم ہی شرفِ انسانیت کی دلیل ہے۔ ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم اسی لیے دیا گیا کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کہ حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی گئی تھی۔

حضور رسولِ اکرم ﷺ علم کے فروغ ہی کے لیے مبعوث ہوئے، فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. تحقیق مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مقصدِ بعثتِ رسول ﷺ ہی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو سمجھے، کائنات اور مظاہرِ کائنات میں غور و فکر کرتا رہے، تعلیم حاصل کرے اور اپنے علم اور بصیرت کا دائرہ عمل تک پھیلا دے۔

حضور سیدُ الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ. حضور پُرنور ﷺ کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے نظام کی بنیاد یہ ہے کہ فرد کا تزکیۂ نفس ہو۔ تعلیم کے ساتھ اس کی تربیت کا اہتمام ہو۔ اور معاشرہ بُرائیوں سے پاک ہو جائے۔ تشکیلِ سیرت کے ساتھ معاشرے کی تطہیر صرف حضور ﷺ کے نظامِ تعلیم و تربیت کے طفیل ہی ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

صبروشکر

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیے کامل نمونہ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. چنانچہ آقا حضور ﷺ نے جو جو بھی اپنی اُمّت کو کرنے کے لیے کہا ہے' خود کر کے دکھایا ہے۔ نظیریؔ نے کہا تھا:

در محبت آنچہ می گوییم' اوّل می کنیم	پارہ بیش است از گفتار ما کردار ما

کہ محبت میں ہم جو کچھ کہتے ہیں' پہلے کرتے ہیں کہ ہمارا کردار ہماری گفتار سے کچھ بڑھ کر ہے۔

اصل میں اِس حقیقت کے مصداق حضور محسنِ انسانیت سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ ہیں۔ آپ نے ربِ قدوس و کریم جلّ وعلاء کے جو احکام ہم تک پہنچائے اور ہمیں جو ہدایتیں فرمائیں' اس کا عملی نمونہ اپنی حیاتِ مطہّرہ کے ذریعے پیش فرمایا۔

سورہ النحل میں فرمانِ الٰہی ہے: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ. کہ آپ صبر کیجیے اور آپ کا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ سورۃ المدثّر میں ہے: وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ. اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔ اور آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی حیاتِ پاک کا ایک ایک لمحہ اس پر عمل کی صورت میں سامنے ہے۔

سورۃ البقرہ میں یوں ہماری رہنمائی کی گئی ہے: فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ. تم میرا ذکر کرو' میں تمھارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

سورۃ النحل میں ہے کہ اللہ نے تمھیں کان' آنکھیں اور دل دیا تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. اور حضور پُرنور ﷺ نے اپنے رب کی شکر گزاری میں زندگی گزار کر اہلِ ایمان کے لیے نمونہ پیش فرمایا۔

آقا حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی صابر ہوا ہے نہ شاکر۔

مکّہ میں کُفّار اور مشرکین نے حضور حبیبِ ربِّ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو طرح طرح کی ایذائیں دیں' لیکن آپ نے ہر موقع پر صبر سے کام لیا۔ راہ میں کانٹے بچھائے گئے' شریر لوگ آوازیں کستے' بدزبانی کرتے۔ طائف میں آپ کو لہولہان کر دیا گیا' آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر کسا گیا' جسدِ اطہر پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی گئی۔ آپ کے دو ہمسائے ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط گھر کی گندگی آپ کے دروازے پر ڈال دیتے تھے۔ سرکارِ ابد قرار ﷺ کوڑا کرکٹ ہٹا دیتے اور صرف یہ فرماتے کہ اے عبدِ مناف کی اولاد! یہ کس قسم کی ہمسائیگی ہے۔

حضور رسولِ اکرم ﷺ عرب کے متموّل تاجر تھے' لیکن خود اختیاری فقر کی یہ حالت تھی کہ بخاری شریف میں حضرت انسؓ بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضورِ پاک ﷺ نے کبھی دسترخوان پر کھانا نہ کھایا اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی۔ سُنَنِ ابوداؤد میں اُمُّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس چادرِ مبارک میں حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال فرمایا' اس پر کئی پیوند لگے تھے۔ فقر کی یہ صورت اختیار فرما کر آپ نے امّت کو صبر وقناعت کی راہ دکھائی۔

صبر کی ایک صورت حضورِ اکرم ﷺ کا یہ فقر تھا۔ صبر کی ایک صورت ایذاؤں پر خاموش رہنا اور شکایت تک نہ کرنا تھا۔ صبر کی ایک صورت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم و ستم ہوتے دیکھنا بھی تھا کہ سرکارِ والا تبار ﷺ اس صورتِ حال میں خود بھی صبر فرماتے اور مظلوموں کو بھی صبر کی تلقین فرماتے۔ پھر فتحِ مکّہ کے موقع پر اس صبر کو درجۂ کمال پر پہنچانے کی یہ تصویر سامنے آتی ہے کہ سب ظالموں کو معاف فرما دیا۔ عفو و درگزر کی انتہا نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا اعلان کرا دیا۔

اصل میں دینی تعلیمات میں صبر کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ کسی معاملے میں خالق کی مخلوق سے نہ تو زبان سے شکایت کی جائے اور نہ دل میں شکایت پیدا ہونے دی جائے۔

آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ربِّ کریم کی ہر نعمت پر شکر کیا کرتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی صبر و شکر کی تلقین فرماتے تھے۔

جامع ترمذی میں حضرت عمرو بن شعیبؓ سے روایت ہے' حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ نے فرمایا کہ دو خصلتوں والے کو خالق و مالک جلّ شانہٗ صابر و شاکر لکھتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے دین میں اس شخص کی طرف نظر کرے جو اس سے بڑھ کر ہو اور اس کی پیروی کرے اور وہ جو دنیوی اُمور سے اپنے سے کمتر کی طرف دیکھے اور اللہ کا شکر کرے۔

''الوفا باحوال المصطفی (ﷺ)'' میں ہے' سرکار ﷺ کہا کرتے تھے: یا اللہ! مجھے مال و دولت منظور نہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کچھ کھانے کو مل جائے اور ایک دن فاقے سے رہوں' تاکہ سیر ہو کر تیری تعریف اور تیرا شکر کروں اور بھوکا رہ کر تضرّع اختیار کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔

غرض آقا حضور ﷺ کی ساری زندگی صبر اور شکر کی صفات سے مزیّن نظر آتی ہے۔ اللہ کرے ہم بھی اس نمونہ زندگی کی پیروی میں صبر اور شکر کی عادت اختیار کریں کہ یہی راہ دنیا و آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کی راہ ہے۔

☆☆☆☆☆

حضور ﷺ کی دیگر انبیاء پر فضیلت

قرآن مجید کے تیسرے پارے کا آغاز ہی انبیاءِ کرام علیہم السلام پر حضور رسولِ اکرم رحمتِ ہر عالم ﷺ کی فضیلت کے اعلان کا حامل ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر افضل بنایا' ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ احادیثِ مبارکہ کے مضامین کے مطابق اس پر اجماعِ امّت ہے کہ ''رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ'' کے مصداق حضور آقا و مولا حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ ربّ کریم جلّ شانہٗ العظیم نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے عہد کے ذریعے حضورِ اکرم ﷺ کی فضیلت تسلیم کروائی تھی۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ. قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ. قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ. (آلِ عمران ۳: ۸۱) اور وہ وقت یاد فرمایئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا' فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا' سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا' فرمایا: تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ یہ میثاقِ انبیاء دراصل میثاقِ فضیلتِ سرکار ﷺ ہے کہ اگر کسی اور نبی کے زمانے میں بھی حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھیج دیا جاتا تو ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ'' وہ نبی حضورِ پُرنور ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کے پابند کر دیئے گئے تھے۔ پابندی بھی ایسی کہ سب آپس میں ایک دوسرے پر بھی گواہ تھے اور خود ربِّ کریم بھی گواہ بنا۔

اِسی لیے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام' حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف

آوری کی بشارتیں دیتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی آمد کے لیے دعائیں فرماتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر قرآنِ مجید میں یوں ہے: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ اور میں اُن رسول کریم کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور ان کا اسمِ گرامی احمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو خداوند قدوس وکریم نے فرمایا: مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ۔ اور حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بارے میں فرمایا: وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ وہ کلیم اللہ ہیں اور آپ ؐ کو سب سے اونچے درجے پر فائز فرمایا۔ اسی لیے اُن کی خواہشِ زیارت ''رَبِّ اَرِنِیْ'' کے جواب میں فرمایا: ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' ''تم مجھے نہیں دیکھ سکتے'' اور محبوبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے بالمشافہ ملاقات کے کے اُدْنُ مِنِّیْ کی آوازوں سے بُلایا اور قوسین سے بھی کم فاصلے سے باتیں کیں اور ایسے میں حضور ﷺ کی آنکھ جھکی نہ جھکی۔

حضورِ پُرنور ﷺ کی فضیلت تو قرآن واحادیث میں بار بار بیان ہوئی ہے۔ صرف یہ ایک حقیقت ہی کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو تو ان کے اسماءِ گرامی سے خطاب کیا ہے لیکن اپنے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کو دلکش اور دلآویز خطابات سے بلایا ہے۔ پھر تمام انبیاء ورُسُل کی عظمتیں مسلّم ہیں لیکن وہ سب ربِّ کریم کی رضا کے لیے کام کرتے رہے اور حضورِ پاک ﷺ کی رضا کے لیے رب نے قبلہ بھی بدل دیا۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ انھیں اتنا کچھ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا کہ وہ راضی ہو جائیں۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اس نے مسجدِ اقصیٰ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام انبیاء ورسل (علیہم السلام) کی امامت کروائی۔

اللہ کریم ہمیں امام الانبیاء نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی عظمتوں کو سلام کرنے اور ان کے اُحکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

معراج النبی ﷺ

خداوند قدوس وکریم جَلَّ وعلا نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو شاہد بنا کر بھیجا۔ گواہ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ اور شاہد کے لیے مشاہدہ ضروری ہے۔ شہادت اُسی کی معتبر ہے جو ''عینی شاہد'' ہو۔ حضور اکرم ﷺ کو ''رحمۃ للعالمین'' بھی بنایا گیا ہے۔ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو تمام جہانوں کے شاہد بھی ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے شاہد کی شہادت کو مکمل کرنے کے لیے ایک رات انھیں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور پھر آسمانوں کی اور پھر عرشِ معلّی کی اور آخر کار لامکاں کی سیر کرائی۔ اپنے دیدار کے سلسلے میں دنا کے قصر میں ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' کی قربت بخشی۔ پھر ''اَوْ اَدْنٰى'' کی خبر سنائی۔ یعنی دو قوسوں کا فاصلہ رہ گیا' پھر اور قریب ہو گئے۔

اسرا اور معراج کا ذکر' اور اللہ کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ خود ذاتِ باری کو دیکھنے کی کئی باتوں کا ذکر تو سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم میں آ گیا ہے۔ معراج شریف کے واقعات پوری تفصیل سے جن احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں' وہ قریباً تیس صحابہ کرام ؓ سے منقول ہیں۔ یہ معجزہ ہے لیکن عقل کو عاجز کر دینے والا یہ کام' کیا خود ربِّ کریم نے ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے قلیل حصے میں اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے نبی رسول وغیرہ کے بجائے ''عَبْدُهٗ'' کا لفظ استعمال اسی لیے فرمایا ہے کہ جسمانی معراج میں کوئی شک نہ رہے۔ ویسے بھی یہ اگر روحانی معاملہ ہوتا یا خواب کی بات ہوتی تو کفار کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا اور اس کی تصدیق کرنے پر حضرت ابوبکر ؓ صدیق اکبر کیسے بن سکتے تھے۔

آج کل تو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل ودانش کے ذریعے انسان نے ہواؤں پر قابو پالیا ہے' فاصلوں کو تسخیر کر لیا ہے' چاند تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ پھر انسان اور ہر چیز کے خالق ومالک کی قدرت پر تعجب کی حاجت کیا ہے۔ جو رب انسان کو بنا سکتا ہے' اسے عقل و

دانش عطا کر سکتا ہے، حضرت ابراہیم کی آگ کو گلزار بنا دیتا ہے، زکریا کے بڑھاپے میں بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود لڑکا دیتا ہے، حضرت مریم کو بغیر باپ کے بچہ عطا فرماتا ہے، حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھا سکتا ہے، اُس کے لیے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو راتوں رات مسجد اقصیٰ، آسمان، جنّت و دوزخ، عرشِ معلیٰ ہر جگہ کی سیر کرا کے ایسی صورت میں واپس بھیجنا کہ بستر بھی گرم ہو اور کنڈی بھی ہل رہی ہو، کیا مشکل ہے۔

ایک بڑا کارخانہ دار اگر اپنے دوست کی آمد کی خوشی میں اپنی فیکٹری بند کرا دے تو جو پرزہ جہاں ہو گا، وہیں رُک نہ جائے گا۔ پھر وہ فیکٹری کے جس شعبے کا معائنہ اپنے دوست کو کرانا چاہے، وہاں کی مشینوں کو چالو کرنا اور باقی حصّوں کو بند رکھنا اس کے لیے کیا مشکل ہو گا۔ اور دوست کی واپسی پر جب کارخانہ چلا دیا جائے گا تو جو پرزہ جہاں رُکا تھا، وہیں سے چل نہ پڑے گا۔ پھر بستر کا گرم رہنا اور کنڈی کا ہلتے رہنا تعجب خیز کیوں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے اللہ تعالیٰ پیاری پیاری گفتگو فرماتا تھا انھوں نے زیارت کی خواہش ظاہر کی تو فرما دیا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن محبوب پاک ﷺ کو "اُدْنُ مِنِّی" کہہ کر قریب تر ہونے کے لیے کہا جاتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوستی دی، حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا اور مجھے بے پردہ و حجاب اپنا جمال دکھایا۔ یہی حدیث حضرت عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ربِّ کریم جل شانہٗ نے فرمایا: "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" نہ ایسے میں ان کی آنکھ بھٹکی نہ چھلکی۔ فرمایا: "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" رب نے اپنے بندے سے جو باتیں کرنی تھیں کر لیں۔ واقعۂ معراج سے ہمیں خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسّر آئی، ہمیں تسخیرِ کائنات کا سبق ملا۔ وہاں محبوب و محب میں کیا باتیں ہوئیں، خالق نے اپنے بندے کو کیا دیا، اس سلسلے میں جو باتیں ہمارے لیے ضروری تھیں، قرآن و احادیث نے ہمیں بتا دی ہیں۔ اس سے زیادہ کی نہ ہمیں ضرورت تھی نہ ہماری اوقات ہے کہ ان سے واقف ہو جائیں۔ ہمیں تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضور ﷺ نے اپنی گنہگار اُمّت کی بخشش کے لیے خدا سے بہت کچھ مانگا اور لیا۔ اور ہمیں ایسے کام کرنے چاہئیں کہ آقا حضور ﷺ ہمیں قیامت کے دن اپنا قرار دیں۔ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ۔

☆☆☆☆☆

خاندانِ نبوّت کی چند امتیازی خصوصیات

ہمارے آقا حضور ﷺ کے آبا و اجداد دینِ حنیف کے پابند اور عقیدۂ توحید کے قائل تھے۔ ان کا حُسنِ قیادت، جُود و کرم اور مہمان نوازی مشہورِ زمانہ رہی۔ حضور رسولِ اکرم ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ انتظامی قابلیت، کاروباری سُوجھ بُوجھ اور ذہانت و فراست کا مجسّمہ تھے۔ بے حیائی کے بیکراں سمندر کی دنیا میں وہ حیا اور پاکبازی کا ایسا موتی تھے جو شرافت کی سیپی میں ماحول کی ہر آلودگی سے پاک رہا۔ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ، جدہ سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا حُسنِ سیرت، مزاج کی سنجیدگی اور شرافت خاندان بھر میں مشہور تھی۔

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے والدین کریمین اور آبا و اجداد تمام شخصی خوبیوں کے حامل کیوں نہ ہوتے کہ انھی صلبوں اور رحموں کی وساطت سے حضور سرکارِ ابد قرار ﷺ کو اس دنیا میں بھیجنا مطلوب تھا۔ پھر جو لوگ حضور پُرنور ﷺ کے زیرِ اثر، زیرِ تربیت اور زیرِ نگاہ رہے، ان کے فضائل و شمائل کا کیا کہنا۔ خاندانِ نبوت کے تمام افراد نے تو براہِ راست شبانہ روز کی معیّت کے حوالے سے استفادہ کیا۔ انھوں نے تو ایسے حالات اور ایسے معاملات میں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی جو گھر سے باہر کے افراد کو نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ خاندانِ نبوت کے افرادِ ذی وقار میں حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی خصوصیات اور امتیازات کا عکس نظر آتا ہے۔

اُمّت کی ماؤں نے تو حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیّبہ کے لمحات کی تبلیغ کرنا تھی، تا کہ لوگ تقلید، اتباع اور اطاعت کر سکیں۔ اُمّہات المومنین رضی اللہ عنہن نے یہ ذمّہ داری بھی بطریقِ احسن نبھائی۔ وہ شخصی فضائل کے لحاظ سے بھی بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو آقا حضور ﷺ نے یہ بھی فرما دیا کہ وہ اُس وقت ایمان لائیں جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ ان کے بطن سے مجھے اللہ نے اولاد دی اور انھوں نے اپنا سارا مال و زر اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کی فیاضی اور قناعت ضرب المثل رہی۔ احادیث کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد ان کا تیسرا نمبر ہے۔ ان سے ۲۲۱۰ احادیث روایت ہوئی ہیں۔ آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے فرمایا: عورتوں میں عائشہؓ کی فضیلت ایسے ہے جیسے کھانوں پر ثرید کو۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دین کے معاملے میں ان سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔ حضرت جویریہؓ کی وجہ سے بنو مصطلق کے ۶۰۰ کے ۶۰۰ قیدی رہا ہوئے۔

حضور سیّدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری بیٹیاں حضرت زینب، حضرت رُقیہؓ، حضرت اُمِّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن، سرکار ﷺ کی تربیت کے باعث تمام فضائلِ اَخلاق کا نمونہ تھیں۔ لیکن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو آقا حضور ﷺ نے فرمایا: یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کسی نے چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ پوچھی، تو فرمایا: تمہارے لیے ایک اونٹ، لیکن میرے پاس ہوں تو چالیس کے چالیس اللہ کی راہ میں دے دوں۔ اہلِ بیت کی جلیل القدر شخصیت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ شجاعت میں فرد تھے اور علم میں "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا" کے مطابق شہرِ علم ﷺ کا دروازہ تھے۔

حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ہستیوں پر جہاں حضور پُر نور ﷺ کی نظرِ کرم تھی، وہاں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت کا اثر بھی تھا کہ امام حسنؓ نے حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائی اور جوانانِ جنّت کے سردار امام حسینؓ نے اپنے نانا جان کے دین کو بچایا، انھوں نے دین کو ملوکیت کی دستبرد سے بچایا اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے تمام گھر والوں اور ساتھیوں کی قربانی کی راہ دکھائی۔

اللہ کریم کے حکم کے مطابق حضورِ اکرم ﷺ ہم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں فرماتے، صرف اپنے قریبیوں، اپنے خاندان والوں سے محبّت کا درس دیتے ہیں۔ ربّ کریم ہمیں خاندانِ نبوّت سے محبّت میں ثابت قدم رکھے۔ آمین!

(یہ مختصر تقریریں ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہوئیں)

☆☆☆☆☆

نعلِ پاکِ حضور ﷺ

میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگرچہ عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے لیکن ان کے بھیجے جانے کو (بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) اہلِ ایمان پر اللہ کا احسان فرمایا گیا۔ شاید اس لیے کہ انسان کو اشرفُ المخلوقات بنایا گیا ہے، اس کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے، اسے کسی حد تک مجبور، کسی حد تک مختار بنایا گیا ہے...... اور انسانوں میں سے جو نیکی کی راہ پر چلتے ہیں، بُرائیوں سے بچانے والا دین اختیار کرتے ہیں، حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خالق و معبود (جَلَّ وعلا) پر ایمان لاتے ہیں، وہی انسانوں میں افضل ٹھہرتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ وہ دنیائیں بھی جن تک ابھی انسانی آنکھ یا انسانی علم کی رسائی نہیں ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کی مرہُونِ احسان ہیں۔ ان میں نظام ہائے شمسی میں موجود اربوں کھربوں جہان بھی ہیں۔ افلاک و سماوات، شمس، قمر، نجوم و کواکب، ملائکہ، جمادات، نباتات، حیوانات...... کے عوالم بھی ہیں اور عالمِ انسانیت بھی۔ لیکن عالمِ انسانیت کے وہ خوش نصیب اور بہی بخت لوگ جنھیں اللہ کریم جلّ شانہٗ العظیم کے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے محبّت کا نشانِ امتیاز حاصل ہے، ان کے لیے حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رؤف و رحیم بھی بنا دیا گیا۔

جس ہستی سے قدّوس و لایزال خود محبّت کرتا ہے، جس کا ذکر اُن کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرماتا ہے، جن کے خُلق کو عظیم گردانتا ہے، جن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، جن کے فرمان کو اپنا فرمان قرار دیتا ہے۔ جن سے محبّت مؤمن کے لیے اس طرح لازمی کی گئی کہ اس حد تک محبّت کا لزُوم اور کسی کے لیے جائز نہیں...... کوئی صاحبِ ایمان اس ہستی کی نسبتوں کو سلام

کیے بغیر کیسے رہ سکتا ہے۔

جن حضرات کو عظمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء کا پوری طرح ادراک ہو گیا تھا' جنھوں نے خالق و مالک کی اس محبوب ہستی کی قوّت و قدرت کا احساس کر لیا تھا' .... وہ جو قرنِ اوّل کے مسلمان تھے' صحابیتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے ..... سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک تھوک کو ہاتھوں پر لیتے اور چہرے پر ملتے تھے۔ ابو محذورہؓ کے ماتھے کے بالوں پر سرکارِ والا تبار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ہاتھ لگا' انھوں نے زندگی بھر ان بالوں کو نہیں کٹوایا۔ عبداللہ بن عمرؓ تمام عمر اس درخت کی آبیاری کرتے رہے' جس کے سایے میں ایک بار ان کے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا تھا۔ امِ ہانیؓ نے حالتِ صوم میں حضور سید و سرورِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا پانی پی لیا تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ ساری رات بچوں کو لے کر دیوار کے ساتھ لگے رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے ہیں' ہم چھت پر کیسے چل پھر سکتے ہیں۔ امیر المومنین فاروقِ اعظمؓ اپنے بیٹے کا وظیفہ کم مقرر کرتے ہیں اور اسامہ بن زیدؓ کا زیادہ..... یوں کہ اسامہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے۔

حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے وضو کا پانی جس گھاس پر پڑتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ عائشہؓ میں مقیم ہونے پر وہ گھاس استنِ حنانہ کی طرح زاری تو نہ کر سکی مگر فرقت برداشت نہ کرتے ہوئے سوکھ گئی۔ اس کے تنکے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) نے تقسیم کر لیے۔ ایک تنکا خانقاہِ نیازیہ' بریلی شریف میں ہے جو درود پاک کے ورد سے عرقِ گلاب میں رقص کرتا ہے۔ شاہ عبدالغنی نیازی نے اپنی کتاب ''حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں دعویٰ کیا ہے کہ لوگ اب بھی یہ منظر دیکھ سکتے ہیں۔

ایسے میں' اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ محبّت کے لیے اس مبارک جُوتے کا کیا مقام ہے جسے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیبِ پائے مبارک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

جب ربِّ کریم جل جلالہ نے اس شہر کی قسم کھائی جس میں حضورِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے رہے تو شہر کا نام نہیں لیا' حالانکہ اس وقت وہ مکہ مکرمہ ہی تھا۔ علماءِ حق لکھتے ہیں کہ جب تک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں رہے' یہ قسم مکہ مکرمہ کی تھی'

جب یثرب کو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنایا تو قسم وہاں کی ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ ربِ قدوس و کریم کا ''بلد'' کہنا اور کسی شہر یا مقام کا نام نہ لینا' اس حقیقت پر دال ہے کہ جہاں جہاں میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک گئے' یہ قسم ہر اس مقام کی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلدِ امین کی گلیوں میں پھریں تو قسم مکہ مکرمہ کی اور بنو سعد کے قبیلے کے نصیب جگائیں تو قسم وہاں کی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام' یمن' جرش' بحرین' حبشہ' حباشہ' نجد' نجران' فلسطین' عمان' دبا' مشقر' مصر..... اور آرزوئی یا ڈلے کے بقول اگر تجارت کی غرض سے حلب' انطاکیہ' بیروت' پامیری اور بعلبک تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کی بدولت یہ قسم ان مقامات کا بھی احاطہ کرتی رہی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذو المجاز' عکاظ' حباشہ' سوق ہجر' ذوالمجنہ وغیرہ کی تجارتی منڈیوں میں قدم رنجہ فرماتے رہے تو یہ قسم وہاں بھی ساتھ رہی۔ حضور محبوبِ خدائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم غارِ حرا پر جاتے رہے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف یا دیگر قبیلوں کی طرف سفر فرمایا تو قسم ہم رکاب رہی۔ سفرِ معراج ہوا تو یہ قسم رفیقِ سفر تھی۔ ہجرت ہوئی تو صدیقِ اکبرؓ اور عامر بن فہیرہؓ سے زیادہ قرب نعلین پاک کو حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ کی اس قسم کا تعلق حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چلنے پھرنے سے تھا' اس لیے قسم نے راہِ ہجرت میں بھی رفاقت نبھائی۔

حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوا' بواط' ذوالعشیرہ اور بنو غفار کے سفارتی سفر فرمائے تو نعلین مبارک اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہمراہ رہی۔ صفوان' سُوَیق' حمراء الاسد اور غابہ میں حملہ آوروں کا پیچھا کیا گیا تو یہی صورت تھی۔ بنو لحیان تک قاتلوں کا تعاقب ہُوا۔ بنو قینُقاع' بنی نضیر' بنو قریظہ اور مکّہ تک معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے استیصال کے لیے نعلین مبارک نے حرکت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیلنج کے جواب میں بدر تک گئے' غزوۂ ذات الرّقاع میں دشمن پر دباؤ ڈالنے کی نیّت سے تشریف لے گئے یا مدینۂ منورہ کی حفاظت کے لیے بدر' اُحد اور اَحزاب کی جنگوں کی قیادت فرمائی تو نعلین مبارک اور سوگند کردگار ہم قدم رہے۔ قرقرۃ الکدر' بنو غطفان' بنو سُلیم' دومۃ الجندل' مُریسیع' حُدیبیہ' خیبر' حُنین' تبوک اور مکہ مکرمہ کے اسفار میں بھی یہی کیفیت رہی۔ اُحد اور

خشیّن میں جب نعلین مبارک کی استقامت ضرب المثل ہوئی تو اگرچہ یہ چلنے پھرنے کی حالت نہ تھی لیکن ذوق کہتا ہے کہ نعلین مبارک کی استقامت پر قسیم ذوالجلال سایہ فگن رہی۔

میں تو کہتا ہوں کہ حضور محبوبِ کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک جوتی ۵۳ برس مکہ مکرمہ میں زیرِ استعمال رہی تو اس شہر کی قسم کا اثر ماہ و سال کے حوالے سے یوں سامنے آیا کہ قیامت تک کے اہلِ ایمان کو مژدہ سنا دیا گیا کہ یہاں کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ سیدِ و سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ دس برس مدینہ طیبہ میں چلتے پھرتے رہے تو نعلین سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہاں کی ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ٹھہرا۔ نعلین پاک نے افلاک، عرش، لامکاں کی سیر کی تو اس کی برکت سے مومن جہاں بھی نماز پڑھے اسے ایک نماز پر دس نمازوں کا ثواب تاقیامت ملتا رہے گا کہ یہ معراج کا تحفہ ہے۔ اور رضاعت، تجارت، سفارتی معاہدوں، فوجی گشت اور غزووں کی غرض سے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جوتے جس زمین سے مس ہوتے رہے، اسے یہی اعزاز بخشتے رہے۔ جو ذرے اس نعلِ پاک سے لگتے ہوں گے وہ یا تو پہلے سے مطہر ہوتے ہوں گے کہ اس نعلِ مبارک کی قدم بوسی کے قابل تھے یا مس ہوتے ہی رفیع المرتبت بن جاتے ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طورِ سینا پر "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" کا حکم ہو گیا تھا کہ اس تقدس مآب وادی کے اعزاز میں جوتے اتار دیجیے لیکن محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے تو عرش و کرسی کی رفعتوں اور لامکاں کی پہنائیوں میں بھی ایسے کسی حکم کی گنجائش نہ نکلی۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

عَلٰى رَأْسِ هٰذَا الْكَوْنِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ ﷺ
عَلَتْ فَجَمِيْعُ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلَالِهٖ
لَدَى الطُّوْرِ مُوْسٰى نُوْدِيَ اخْلَعْ وَاَحْمَدُ ﷺ
عَلَى الْعَرْشِ لَمْ يُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِهٖ

(اس کائنات کے سر پر نعلِ مصطفیٰ (ﷺ) ہے۔ وہ اس قدر بلند ہے کہ ساری مخلوق اس کے سایوں میں ہے۔ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کی صدا دی گئی اور احمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بھی نعلین اتارنے کی اجازت نہ ملی)

اُحد کا زلزلہ رُکا تھا تو میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور نعلین پاک کی حرکت کے زیرِ اثر اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ نعلین مبارک چونکہ اُحد سے بار ہا لگی تھیں، اسی لیے یہ پہاڑ جنت کا پہاڑ قرار دیا گیا۔

صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) میں سے کسی کے رتبے کی برابری، کوئی ولی اللہ، غوث، قطب، اَبدال نہیں کر سکتا۔ انھیں نعلِ حضور (ﷺ) کی ضو فروزیوں اور رنگینیوں کو دیکھنے کی سعادت ملتی رہی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جریر رضی اللہ عنہ یا رافع رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک اور نعلِ مبارک کے درمیان ہاتھ لگانے کی سعادت ملی۔ سوچیے کہ اس طرح ان کا مقام کیا بنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ نعلین مبارک اٹھانے اور اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنانے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ ان کے علوِ مرتبت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو نعلِ مبارک کو سینے گانٹھنے کا مرتبہ نصیب ہوا، ان کی رفعتوں کا شمار کس کے بس میں ہے۔

نعلین مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس زمین کے ساتھ مس ہوئیں، اس کی برکت اور عظمت ضرب المثل بنی۔ یہ عرش و لامکاں تک پہنچیں تو اس کی سربلندی کا باعث بنیں۔ یہ جس شخص کے سر کا تاج بن جائیں، اس سے بڑا تاجور کون ہوگا۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے ایک اور خواہش کا اظہار یوں کیا:

خدا تارِ رگِ جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شراکِ نعلِ پاکِ سیّدِ لولاک ﷺ ہو جاتا

اور......... جو شخص قضائے حاجات کے لیے ان کے نقش کو سر پر رکھ کر دعا کرے، اس کی دعا کیوں پوری نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتوں میں نماز پڑھی۔ اس سے کچھ لوگ جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یار و اوہ

نعلین پاک تو ''عرش پاک'' تھیں۔ انھیں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک پاؤں کا لمس نصیب ہو چکا تھا۔ ان سے تو جو ذرہ لگتا تھا' طاہر و مطہر ہوتا تھا یا ہو جاتا تھا۔ وہ تو معراج کی منزلوں کی ہمراہی تھیں' مسجد میں آ گئیں تو مسجد کی طہارتوں اور نظافتوں میں اضافے کا باعث ہوئیں۔ خاک اور عالم پاک کی نسبت جسارت محض ہے۔ ہم پلید' ہمارے پاؤں گندے' ہمارے جوتے نجس۔ مقامات عرش و لامکاں تک رسا نعلین کی مثلیت کے دعوے سے بڑھ کر گناہ کبیرہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے!

امام احمد المقری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سوچ پاکیزہ کہ انھوں نے لطافتیں بکھیرنے والی نعلین پاک کے مقام کو پہچانا۔ ان کا قلم مدح نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سرِ خم ہُوا تو عرش آسا ہو گیا۔ انھوں نے اس موضوع پر کتاب تالیف کی تو گویا ہم ان کے سایہ میں آ گیا۔ اس کاوش نے انھیں تاجدار بنا دیا۔ وہ ارباب محبّت کی مدحتوں کا ہدف بن گئے۔

☆☆☆☆☆

محبّت کے سفرنامے

مدینہ کریمہ (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام) وہ شہر جسے خالق و مالک حقیقی جلّ وعلا نے اپنے محبوب حقیقی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مستقل قیام کے لیے پسند فرمایا۔

وہ دیارِ انصار' جس کا ذرّہ ذرّہ مہمان نوازی میں یکتا ہے۔

وہ شہر محبّت' جسے حضور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے یوں اپنایا کہ پھر اپنی جنم بھومی (مکہ مکرمہ) میں صرف دو بار تشریف لے گئے۔ ایک بار عُمرہ کرنے' دوسری مرتبہ فتح کرنے۔

اپنائیت کا وہ منبع' جس کی فضاؤں میں یگانگت کی خوشبوئیں رچی بسی ہیں اور جس کے ذرّوں سے بوئے وفا کی لپٹیں نکلتی ہیں۔

وہ خطۂ زمیں' از ازل تا بہ ابد جہاں حضور فخر موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے علاوہ نہ کسی کی حکومت ہُوئی نہ ہو سکتی ہے۔

جہاں کے حکمران اوّل و آخر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دلوں پر حکمرانی کی نئی طرح ڈالی۔

اُجالوں کا وہ قریہ جس میں اندھیاروں اور ظلمتوں کا گزر نہیں۔

وہ شہر لاثانی جس میں اَلطاف و اکرام الٰہی کی فراوانی ہے۔

وہ حصار مرحمت جس میں آنے کے بعد' مؤمن سحر معصیت کے اثرات سے مامون ہو جاتا ہے۔

جس کی حاضری کے بعد' حضوری کی کیفیتوں سے سرشاری یوں مگن کر دیتی ہے کہ پھر اُس در کی حاضری کے سوا کوئی لگن نہیں رہتی۔

جہاں قبۂ خضرا ہے' منارِ نور ہے' منارِ رحمت ہے' مُواجَہَۃُ الرّسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نظارہ افروزیاں ہیں' ریاض الجنۃ کے حدیقے ہیں' محرابِ تہجد میں رسائیوں کے نشے ہیں' قدمین میں جبینِ نیاز کی ناز آفرینیاں ہیں۔ جہاں بابِ جبریلؑ و بابِ بقیع پر دیدۂ اندروں رکھنے والوں کو "جاءَ و کَ" کی نویدیں کندہ دکھائی دیتی ہیں۔ جہاں بابُ السّلام کی چوکھٹ کی کہربائیاں' مقناطیسیت کی انتہاؤں کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ جہاں کے اُسطوانے اپنے کینوس پر قرونِ اولیٰ کے مناظر پینٹ کرتے ہیں۔ جہاں کے کوچہ و بازار ادب و احترام کا درس دیتے ہیں۔ جہاں کی آب و ہوا میں سانس لینے والے لائقِ تکریم و توقیر ہیں اور جنہیں اس خاکِ تابناک میں تدفین کے باعث' حضور شافعِ عاصیاں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ضمانت نصیب ہو چکی ہے' ان کے ستارۂ قسمت کی آسمانِ عزّت پر ضوفشانیاں دیدنی کیوں نہ ہوں۔

اور......جب کوئی اہلِ محبّت اس شہرِ کرم (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کا ذکرِ مُقدّس چھیڑتا ہے' اس دیارِ اُنس و وفا کی بات کرتا ہے' اُجالوں کے اس نگر کی روشنیوں سے سُننے یا پڑھنے والوں کو تنویروں کا سندیسا دیتا ہے۔ اور' اس کے ساتھ ساتھ شہرِ امن مکۂ معظمہ کی عظمتیں بیان کرتا ہے......گویا روح و جاں کو سُرور و کیف کی لذّتوں سے آشنا کرتا ہے' عقیدت کے جذبوں کو مہمیز کرتا ہے' اور انبساط و بہجت کے در کھولتا ہے۔ پروفیسر جیلانی کامران نے اپنے مضمون "حج کے سفرناموں کی روایت" (مشمولہ ماہنامہ "ماہِ نو" بابت نومبر ۱۹۷۸ء) میں لکھا کہ یہ سفرنامے بنیادی طور پر محبّت کے سفرنامے ہیں"۔ محبت کے جذبے کے بغیر یہ سفر شروع ہی نہیں ہوتا۔ وارداتِ حج کی باتیں عموماً عشق و جذب کی باتیں ہیں۔

حج و زیارت کے سفرناموں کی اساس محبّت و عقیدت ہے۔ اور جب کوئی اہلِ محبت' عقیدت و احترام کے شدید جذبوں کے ساتھ ان سفرناموں کے اقتباسات جمع کر کے اربابِ مودّت تک پہنچانے کا عندیہ ظاہر کرتا ہے تو مجھ ایسے قتیلانِ محبت کی مسرّتوں کا ٹھکانا نہیں رہتا۔

حج و زیارت کے تحریری سفرناموں کی ابتداء ابوعبداللہ المقدسی کی "احسن التقاسیم فی

معرفت الاقالیم" سے ہوئی۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم محمد ابن خوص بغدادی کے سفرنامے "المسالک والممالک" میں حج کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ (نقوش لاہور۔ شمارہ ۱۳۷۔ دسمبر ۱۹۸۸ء۔ مضمون "حج ناموں کی روایت اور اُردو حج نامے") پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر نے عربی میں لکھے گئے محمد ابن جُبیر اندلسی' ابوعبداللہ شرف الدین محمد ابن بطوطہ اور ڈاکٹر عبدالوہّاب عزام کے سفرناموں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ (کتاب "جمالِ حرمین" از حافظ لدھیانوی......کا دیباچہ)

فارسی میں ناصر خسرو کا سفرنامہ بہت مشہور ہے۔ ڈاکٹر انور سدید نے لکھا ہے کہ "برصغیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا سفرنامۂ حجاز "جذب القلوب الی دیار المحبوب" فارسی زبان کا قدیم ترین سفرنامہ شمار ہوتا ہے۔ یہ سفرنامہ ان کے سوزِ دروں' جذبِ کامل اور حُبِّ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مظہر ہے"۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "جذب القلوب" سفرنامہ قطعاً نہیں ہے' یہ مدینہ منوّرہ کی تاریخ ہے۔

فارسی میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی "فیوض الحرمین" رفیع الدین فاروقی مراد آبادی کی "سوانح الحرمین" اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی "ترغیب السالک الی احسن المسالک موسوم بہ راہ آورد" (حافظ محمد افضل فقیر نے اس کا نام "سراجِ منیر" لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ "ماہِ منیر" کے نام سے چھپا) میں حجازِ مقدس کے متعلق ایسی معلومات فراہم کی گئی ہیں' جن کا تعلق پڑھے ہوئے سے زیادہ دیکھے ہوئے سے ہے۔

حافظ محمد افضل فقیر کے بقول' اردو کا سب سے پہلا ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں لکھا جانے والا سفرنامۂ حج "رحلۃ الصدّیق الی بیت العتیق" ہے جو نواب صدیق حسن بھوپالی نے تحریر کیا۔ ڈاکٹر انور سدید نے ان کے حوالے سے یہ بات تو کر دی ہے لیکن چند صفحات کے بعد اس کتاب کا مؤلف محمد صدیق خیرآبادی کو بتایا ہے' اور یہ معلومات دی ہیں کہ یہ کتاب کارخانہ فقیر محمد میں لکھنؤ سے شائع ہوئی جس پر سنِ اشاعت مرقوم نہیں ہے۔ راقم نے یہ کتاب نہیں دیکھی۔

حافظ محمد افضل فقیر مرحوم نے اپنے دیباچے میں خواجہ حسن نظامی اور عبدالماجد دریاآبادی کے سفرناموں کی بطورِ خاص تعریف کی ہے۔

انیسویں صدی میں شائع ہونے والے اردو سفرناموں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے حوالے سے جو خاص کتابیں سامنے ہیں ان میں ۱۸۷۱ء میں چھپنے والی منصب علی خاں کی "ماہ مغرب" اور ۱۸۸۰ء میں شائع ہونے والی محمد عمر علی خاں کی "زاد غریب" اہم ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں وزیر حسین بریلوی کی "وکیل الغربا" چھپی۔ ۱۸۹۱ء میں سید کاظم حسین شیفتہ کنتوری نے حج کیا اور اس کی روداد "حرمین الشریفین" کے نام سے شائع کی۔ ۱۸۹۵ء میں میرزا عرفان علی بیگ کی "سفرنامہ حجاز" زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

بیسویں صدی ختم ہونے کو ہے۔ اب تک اردو میں حجاز مقدس کے بہت سے سفرنامے شائع ہو کر اہل محبت کی آنکھوں کے راستے دلوں تک پہنچ چکے ہیں۔ ان میں سے جن سفرناموں کے بارے میں راقم کو معلومات مل سکی ہیں وہ اہل واقارئین کی نذر کی جاتی ہیں (ظاہر ہے کہ اس فہرست کو کسی طرح مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس طرح بہت سی معلومات یکجا ضرور ہو گئی ہیں)

اردو میں اب تک چھپنے والی کتابوں کی دستیاب فہرست درج ذیل ہے:

(۱) آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور۔ سید ابوالحسن ندوی۔ ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء (پاکستان اسلیٹ آئل ریویو کے خصوصی حج نمبر ۱۴۰۸ھ میں صفحہ ۹۱ تا ۹۴ پر اس کا ایک حصہ شائع کیا گیا)

(۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر۔ پروفیسر عبدالرحمان عبد۔ لاہور ۱۹۹۱ء۔ (کتاب چار جلدوں حرم نبوی، حرم مدینہ، حرم مکہ اور حرم عرفات پر مشتمل ہے)

(۳) آئینہ حجاز۔ راجہ محمد شریف۔ جوہر آباد ۱۹۷۵ء (زمانہ حج ۱۹۶۹ء ہے)

(۴) اپنی منزل کی طرف۔ عاصی کرنالی۔ ملتان۔ ۱۹۹۰

(۵) ارض تمنا: مکہ و مدینہ۔ پروفیسر خادم الثقلین نقوی۔ لاہور۔ ۱۹۸۹ء

(۶) ارض مقدس۔ کنیز محمد بیگم۔ سیالکوٹ۔ ۱۹۲۲ء (زمانہ حج ۱۹۶۴ء ہے)

(۷) السفر اللطیف الی بیت اللہ الشریف۔ محمد لطیف مچھلی شہری۔ لکھنؤ۔ ۱۹۰۴ء

(۸) یہ دلی بھکارن۔ بشریٰ رحمان۔ لاہور۔ ۱۹۸۲ء

(۹) بلاوا۔ افضل کیانی۔ جہلم۔ ۱۹۸۱ء

(۱۰) بلاوا آ ہی گیا۔ حافظ افروغ حسن۔ لاہور۔ ۱۴۰۸ھ

(۱۱) پاکستان سے دیار حرم تک۔ نسیم حجازی۔ لاہور۔ ۱۹۶۰ء۔ (ایران ترکی اور حجاز کا سفرنامہ ہے)

(۱۲) پھر سوئے حرم۔ صادق قریشی۔ لاہور ۱۹۸۱ء

(۱۳) تذکرۂ حجاز۔ بریگیڈیر گلزار احمد۔ راولپنڈی۔ ۱۴۰۲ھ

(۱۴) جمال حرمین۔ حافظ لدھیانوی۔ کراچی۔ بار دوم۔ ۱۹۸۳ء (زمانہ حج ۱۹۷۴ء ہے)

(۱۵) جہلم سے عرفات تک۔ شمس کاشمیری۔ گجرات۔ ۱۹۷۹ء

(۱۶) چند دن حجاز میں۔ الحاج محمد زبیر۔ کراچی۔ ۱۹۸۶ء

(۱۷) حاضری۔ اللہ بخش کلیار۔ لاہور۔ س ن۔ شاید ۱۹۹۴ء

(۱۸) حج امجد۔ سید احمد حسین امجد حیدر آبادی۔ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء (پی ایس او کے خصوصی حج نمبر ۱۴۰۸ھ میں صفحہ ۷۵ تا ۸۴ پر شائع کیا گیا)

(۱۹) حج صادق۔ محمد عزیز الرحمان عزیز۔ بہاولپور۔ ۱۹۳۷ء (زمانہ حج ۱۹۳۵ء ہے)

(۲۰) حج کا ساتھی۔ مستری چراغ الدین پسروری۔ دہلی۔ ۱۹۲۸ء (زمانہ حج ۱۹۲۴ء ہے)

(۲۱) حجاز کا سفرنامہ۔ پیر سرشین خان۔ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء (پی ایس او کے خصوصی حج نمبر ۱۴۰۸ھ میں صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۱ پر شائع کیا گیا)

(۲۲) حدیث حرم۔ محمد ذاکر علی خاں۔ کراچی۔ س ن

(۲۳) حدیث دل۔ عبداللہ ملک۔ لاہور۔ ۱۹۷۸ء

(۲۴) حدیث دل۔ وحیدہ نسیم۔ کراچی۔ ۱۹۸۰ء

(۲۵) حرم میں دو سو روز۔ چودھری محمد اسلم۔ لاہور۔ ۱۹۸۵ء

(۲۶) حرمین الشریفین۔ سید کاظم حسین شیفتہ کنتوری (زمانہ حج ۱۸۹۱ء ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مضمون مشمولہ نقوش لاہور۔ شمارہ ۱۳۷۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں اس کتاب کا ذکر کیا گیا)

(۲۷) حریم دیدہ و دل۔ محمد عارف۔ لاہور۔ ۱۹۷۳ء (صفحہ ۸۱ سے ۱۰۳ تک ذکر حجاز ہے)

(۲۸) حضور الحرمین۔ ابوالنصر منظور احمد۔ ساہیوال۔ س ن

(۲۹) خاک حجاز کے نگہبان (صلاح الدین محمود۔ لاہور۔ ۱۹۸۲ء (مصنف کے سفرنامے

''اسلام کے نقشِ اوّل کی تلاش'' کا یہ ابتدائی حصہ مجلّہ ''روایت'' لاہور میں چھپا لیکن مدیر نے اس کے کچھ حصے ''خوفِ فسادِ خلق'' کے باعث حذف کر دیے۔ راقم الحروف راجا رشید محمود اور پروفیسر سیّد سجّاد رضوی نے مصنف سے مل کر یہ مکمل مضمون حاصل کیا اور محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی نگرانی میں مرکزی مجلس رضا' لاہور سے اس کے کئی ایڈیشن شائع کروا دیے۔ بعد میں کئی دوسرے اداروں نے بھی اسے طبع کیا)

(۳۰) خدایا ایں کرم بارِ دگر کن۔ حافظ عبدالرزاق۔ چکوال۔ س ن

(۳۱) دربارِ نبوت کی حاضری۔ مناظر احسن گیلانی۔ کراچی۔ ۱۹۸۱ء

(۳۲) دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ فضل حق۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء (پی ایس او کے خصوصی حج نمبر میں صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۶ پر شائع کیا گیا)

(۳۳) دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند روز۔ ملک محمد اکرم۔ چکوال۔ ۱۹۷۷ء

(۳۴) دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند روز۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ لاہور۔ ۱۹۸۷ء

(۳۵) دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں۔ فضل الدین۔ جہلم ۱۹۵۶ء

(۳۶) دیارِ عرب میں چند ماہ۔ مسعود عالم ندوی۔ کراچی۔ ۱۹۵۵ء (عراق و حجاز کا سفرنامہ ہے)

(۳۷) دیارِ نور۔ راجا رشید محمود۔ لاہور۔ ۱۹۹۳ء

(۳۸) راہِ عقیدت۔ محمد شفیع اوکاڑوی۔ کراچی۔ س ن (۱۹۶۲ء کی حاضری)

(۳۹) راہِ وفا۔ محمد حفظ الرحمان وفا ذبیحوی۔ ۱۹۳۵ء (منظوم 'تاثر نامہ' بھی ہے)

(۴۰) رحلۃ الصدیق الیٰ بیت العتیق (محمد صدیق خیر آبادی۔ کارخانہ فقیر محمد لکھنؤ۔ س ن۔ (پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر نے حافظ لدھیانوی کے پہلے سفرنامہ حجاز ''جمالِ حرمین'' کے دیباچے میں کتاب کا نام ''الصدیق الی بیت العتیق'' لکھا ہے جو درست نہیں انھوں نے اسے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تالیف بتایا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ یہ اُردو میں سب سے پہلا سفرنامۂ حج تھا جو ۱۲۶۸ھ میں تحریر کیا گیا۔ راقم نے یہ کتاب نہیں دیکھی البتہ ڈاکٹر انور سدید نے اپنے مقالے میں اس کا نام ''رحلۃ الصدیق'' لکھا ہے جو درست لگتا ہے۔ پھر انھوں نے مؤلف اور ناشر کا نام بھی دیا ہے' اس لیے گمان ہے کہ ان کی

معلومات درست ہوں گی)

(۴۱) رحلۃ المسکین الی البلد الامین۔ محمد حسین الہ آبادی۔ مطبع انور صابری۔ ۱۹۰۶ء

(۴۲) روداد سفرِ حجاز۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔ لاہور۔ س ن

(۴۳) رہنمائے سفر۔ ڈاکٹر محمد نواز فاروقی۔ حافظ آباد۔ ۱۹۶۴ء

(۴۴) زادِ افزائرین۔ مرزا قاسم بیگ۔ دہلی۔ ۱۹۰۱ء

(۴۵) زادِ غریب۔ محمد عمر علی خاں۔ میرٹھ۔ ۱۸۸۰ء

(۴۶) زہے نصیب۔ زبیدہ حق۔ فیصل آباد۔ ۱۹۸۳ء (زمانۂ عمرہ ۱۹۸۱ء)

(۴۷) زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ۔ محمد صدیق تنہا بن حکیم حافظ میاں غلام رسول۔ پنڈ دادن خان۔ ۱۹۹۳ء

(۴۸) سبیل ارشاد۔ ڈاکٹر عبدالمجید صدیقی۔ کراچی۔ ۱۹۳۶ء

(۴۸۔ الف) سرزمینِ محبت۔ راجا رشید محمود۔ لاہور۔ ۲۰۰۰

(۴۹) سرگزشتِ حجاز۔ مرزا عبدالحلیم بیگ (ڈاکٹر انور سدید نے اپنے مقالے میں اس کا ذکر کیا ہے' یہ نہیں لکھا کہ انھوں نے معلومات کہاں سے لی ہیں)

(۵۰) سفرِ حج کے تاثرات۔ محمد محسن احمد حسن ٹونکی۔ کراچی۔ ۱۹۷۵ء

(۵۱) سفرِ حجاز۔ عبدالکریم ثمر۔ لاہور۔ ۱۹۵۸ء

(۵۲) سفرِ حرمین الشریفین۔ عبدالرحیم نقشبندی (ڈاکٹر انور سدید نے اپنے مقالے میں یہ بتایا ہے کہ ان کا زمانۂ حج ۱۹۱۱ء ہے)

(۵۳) سفرِ سعادت۔ امیر احمد علوی (عبدالماجد دریا آبادی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے)

(۵۴) سفرِ سعادت منزلِ محبت۔ راجا رشید محمود۔ لاہور۔ ۱۹۹۴ء

(۵۵) سفرِ شوق۔ سلطان رفیع۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء (پی ایس او کے خصوصی حج نمبر میں صفحہ ۱۲۷' ۱۲۸' ۱۲۹ پر چھپا ہے)

(۵۶) سفرِ شوق۔ فرید احمد پراچہ۔ لاہور۔ ۱۹۸۱ء

(۵۷) سفرِ لبیک۔ صفیہ صابری۔ فیصل آباد۔ ۱۹۹۰ء

(۵۸) سفرِ مبارک۔ ضمیر الدین احمد۔ کراچی۔ ۱۹۸۱ء

(۵۹) سفرِ مقدس۔ مفتاح الدین ظفر۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء

(۶۰) سفرنامہ ارض القرآن۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر، جو محمد عاصم نے تحریر کی) لاہور۔ ۱۹۷۰ء

(۶۱) سفرنامۂ ارضِ مقدس۔ شیخ ابوعبداللہ شرف الدین محمد ابن بطوطہ۔ اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری (پی ایس او کے خصوصی حج نمبر میں کچھ حصہ چھپا ہے)

(۶۲) سفرنامۂ بلادِ اسلامیہ۔ محمد ابن جبیر اندلسی (حافظ محمد افضل فقیر نے اسے عربی زبان کا شاہکار قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سفرنامہ ان تمام اصول و قواعد پر پورا اترتا ہے جو عصرِ حاضر کے سفرنامے کے لیے لابدی قرار دیے جاتے ہیں۔ پی ایس او کے خصوصی حج نمبر میں اس سفرنامے کے کچھ حصے احمد علی شوق رامپوری کے ترجمے کے طور پر شائع کیے گئے)

(۶۳) سفرنامۂ حج۔ محمد شریف امرتسری۔ امرتسر۔ ۱۹۲۷ء

(۶۴) سفرنامۂ حج و حرمین۔ محمد شجاع ناموس۔ لاہور۔ ۱۹۷۳ء

(۶۵) سفرنامۂ حج و زیارات۔ محمد شفیع صابر۔ پشاور۔ ۱۹۷۴ء

(۶۶) سفرنامۂ حج و زیارت۔ عبدالصمد صارم۔ لاہور۔ ۱۹۵۹ء

(۶۷) سفرنامۂ حجاز۔ محمد حفیظ الرحمان حفیظ۔ دہلی۔ ۱۹۳۳ء (زمانۂ حج ۱۹۳۲ء)

(۶۸) سفرنامۂ حجاز۔ عبدالماجد دریاآبادی۔ اعظم گڑھ۔ ۱۹۳۱ء

(۶۹) سفرنامۂ حجاز۔ سلطان داؤد۔ لاہور۔ ۱۹۲۳ء

(۷۰) سفرنامۂ حجاز۔ مرزا عرفان علی بیگ۔ لکھنؤ۔ ۱۸۹۵ء

(۷۱) سفرنامۂ حجاز۔ منظوم و منثور (خطیب قادر بادشاہ۔ مدراس۔ س ن (زمانۂ حج ۱۹۰۶ء)

(۷۲) سفرنامۂ حجاز: تاریخ الحرمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ لاہور۔ اشاعت ثانی ۱۹۸۶ء

(۷۳) سفرنامۂ حجاز۔ عفت الٰہی علوی۔ کراچی۔ ۱۹۷۵ء

(۷۴) سفرنامۂ حجاز۔ غلام رسول مہر۔ مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری۔ کراچی ۱۹۸۴ء (زمانۂ حج ۱۹۳۰ء)

(۷۵) سفرنامۂ حجاز۔ اشرف علی قریشی۔ پشاور۔ ۱۴۰۱ھ

(۷۶) سفرنامۂ حجاز۔ مصطفیٰ علی خاں شیفتہ۔ ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۹ء (طالب ہاشمی کی تلخیص پی ایس او کے خصوصی حج نمبر میں شائع کی گئی۔ حافظ محمد افضل فقیر نے شیفتہ کے سفرنامے کا نام "سراج منیر" لکھا ہے جو درست نہیں)

(۷۷) سفرنامۂ حجاز و مصر۔ حاجی احمد حسین خان۔ دہلی۔ س ن (زمانۂ حج ۱۹۰۳ء)

(۷۸) سفرنامۂ حرمین شریفین۔ حصہ اول۔ حکیم محمد محی الدین حسین۔ حیدرآباد دکن (حصہ اول کے شروع میں "ذکرِ مدینۂ منورہ" عنوان درج ہے جس کے عدد ۱۳۳۰ھ بنتے ہیں۔ پتا نہیں، یہ سنِ تالیف ہے یا سنِ اشاعت)

(۷۹) حیدرآباد دکن کا چھپا ہوا ایک اور ناقص الاول و الآخر سفرنامہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے، جس کے صفحہ ۱ تا ۱۶، اور ۷۷ تا آخر موجود نہیں۔ سفرنامے میں اردو اور فارسی کی جو نظمیں ہیں، ان میں تخلص انورؔ استعمال ہوا ہے

(۸۰) سفرنامۂ شیخ الہند۔ محمود حسن دیوبندی۔ لاہور۔ ۱۹۷۴ء

(۸۱) سفرنامۂ عراق، عرب و عجم۔ شبیر حسین کربلائی۔ ملتان۔ ۱۹۲۸ء۔ (ڈاکٹر انور سدید نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ اس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارات کے احوال کس طور پر قلم بند ہوئے ہیں۔ کیے بھی گئے ہیں یا نہیں)

(۸۲) سفرنامۂ غوثیہ۔ پیر محمد غوث قریشی۔ پیروالا، ملتان۔ س ن

(۸۳) سفرنامۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (ترجمہ از سید غلام علی چشتی دہلوی) دہلی۔ س ن

(۸۴) سفرنامۂ مدینۂ منورہ۔ نواب سربلند جنگ بہادر محمد حمید اللہ۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۹۱۴ء

(۸۵) سفرنامۂ مصر، شام و حجاز۔ خواجہ حسن نظامی۔ دہلی۔ ۱۹۲۳ء (زمانۂ حج ۱۹۱۱ء)

(۸۶) سفرنامۂ مقامات مقدسہ۔ سید محمود ہادی۔ حیدرآباد۔ س ن

(۸۷) سوئے حرمین۔ محمد سعید اختر۔ مریدکے ضلع شیخوپورہ۔ ۱۹۸۷ء

(۸۸) شرقِ اوسط میں کیا دیکھا۔ سید ابوالحسن علی ندوی (ڈاکٹر انور سدید نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ کب چھپا، کہاں سے چھپا۔ اور اس میں حجازِ مقدس کا تذکرہ ہے یا نہیں)

(۸۹) شب جائیکہ من بودم۔ شورش کاشمیری۔ لاہور۔ ۱۹۷۱ء (زمانۂ زیارت ۱۹۶۹ء)

(۹۰) شہر خدا سے دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سید منیر علی جعفری۔ کراچی۔ ۱۹۸۳ء

(۹۱) صراط الحمید۔ پروفیسر محمد صلاح الدین الیاس برنی۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۹۲۸ء

(۹۲) طرابلس سے حجاز تک۔ محمد یوسف قریشی۔ پشاور۔ ۱۹۸۵ء

(۹۳) غبارِ راہ۔ محمد اکرم اعوان۔ راولپنڈی۔ س ن

(۹۴) غنچۂ حج۔ محمد مصباح الدین احمد۔ لدھیانہ۔ ۱۹۰۹ء

(۹۵) قافلے دل کے چلے۔ الطاف حسین قریشی (مشمولہ ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' لاہور۔ جون ۱۹۶۷ء)

(۹۶) کاروانِ حجاز۔ ماہر القادری۔ کراچی۔ ۱۹۷۸ء

(۹۷) کراچی سے گنبدِ خضرا تک۔ ڈاکٹر ایچ بی خان۔ کراچی۔ ۱۹۸۶ء

(۹۸) گلدستۂ نور۔ خدا بخش اظہر شجاع آبادی۔ ملتان۔ س ن

(۹۹) لاہور سے دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سیّدہ حمیدہ فاطمہ۔ لاہور۔ ۱۹۸۳ء

(۱۰۰) لبیک۔ ممتاز مفتی۔ لاہور۔ ۱۹۷۵ء

(۱۰۱) ماہِ مغرب المعروف حج نما۔ حاجی منصب علی خاں۔ میرٹھ۔ ۱۸۷۱ء

(۱۰۲) مرحبا الحاج۔ محمد ذاکر علی خاں۔ کراچی۔ ۱۹۷۶ء

(۱۰۳) مرقعِ حجاز۔ حسن الدین خاموش۔ آگرہ۔ ۱۹۳۵ء (زمانۂ حج ۱۹۳۴ء)

(۱۰۴) مسافرِ حرم۔ کرنل غلام سرور۔ راولپنڈی۔ ۱۹۸۳ء

(۱۰۵) مشاہداتِ حرمین۔ اسعد گیلانی۔ لاہور۔ ۱۹۸۴ء

(۱۰۶) مشاہداتِ حرمین شریفین۔ رفیع الدین فاروقی مرادآبادی۔ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء (حافظ محمد افضل فقیر نے کتاب کا نام ''سفرنامۂ حرمین'' لکھا ہے جو درست نہیں۔ پی ایس او نے نسیم احمد فریدی امروہوی کا ترجمہ شائع کیا' صفحہ ۵۵ تا ۶۰)

(۱۰۷) مکے مدینے کا سفرنامہ۔ حکیم عبدالغنی انصاری خسرو شاہ نظامی۔ دہلی۔ ۱۹۲۹ء (زمانۂ زیارت ۱۹۲۵ء)

(۱۰۸) منزل۔ ممتاز اختر ظافر۔ گوجرانوالہ۔ ۱۹۸۶ء

(۱۰۹) منزلِ سعادت۔ حافظ لدھیانوی۔ کراچی۔ ۱۹۸۴ء (زمانۂ زیارت ۱۹۸۱ء)

(۱۱۰) میاں کی اثریا۔ ذاکر علی خاں۔ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء (پی ایس او نے اپنے خصوصی حج نمبر میں صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۵ پر شائع کیا)

(۱۱۱) میرا سفرِ حج۔ سبحان اللہ گورکھپوری۔ ۱۹۰۳ء

(۱۱۲) میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں۔ جاوید جمال ڈسکوی۔ لاہور۔ ۱۹۹۰ء

(۱۱۳) نہ آئیں جا کے وہاں سے۔ ابوحمید انور۔ لائل پور/ اب فیصل آباد۔ ۱۹۲۸ء

(۱۱۴) وطن سے وطن تک۔ سید ابوالخیر کشفی۔ کراچی۔ ۱۹۸۶ء

(۱۱۵) وکیل الغربا۔ وزیر حسین بریلوی۔ میرٹھ۔ ۱۸۸۴ء

حکیم مسعود احمد برکاتی نے بچوں کے لیے سفرنامہ لکھا جو ماہنامہ ''پھول'' کراچی میں اشاعت پذیر ہوا۔ بچوں کے لیے دوسرا سفرنامہ محمد طفیل نے تحریر کیا جو ''نقوش'' لاہور کے ''محمد طفیل نمبر'' میں چھپا۔ مختلف دینی رسائل و جرائد اور اخبارات میں بھی اس موضوع پر وقتاً فوقتاً بعض اربابِ قلم کی کاوشیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

بعض سفرناموں میں حرمین شریفین کے بارے میں کتابی معلومات جمع کر دی جاتی ہیں۔ کہیں' سفر میں پیش آنے والے مسائل و مشکلات اور ان کے حل کے لیے رہنمائی پر زور دیا جاتا ہے۔ کئی کتابوں میں حرمین کے بارے میں کم اور اپنی نجی اور ''پی آر'' ملاقاتوں کا زیادہ تذکرہ ہوتا ہے۔ صاحبِ طرز ادیب' بات بنا سکنے اور متاثر کر دینے کے ہوکے میں مبتلا ہو کر صداقت سے کنی کترا جانے اور دروغ کا سہارا لینے کو بُرا نہیں سمجھتے۔ کئی سفرناموں میں آثار و زیارات کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں' وہ اب یادوں کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ کچھ لوگ واحد متکلم کے صیغے پر زیادہ ہی انحصار کرتے ہیں۔ کچھ سفرنامے ایسے بھی ہیں جنھیں آپ پڑھ تو لیتے ہیں' کہیں کہیں دلچسپی کے عناصر بھی ہم رکاب ہوتے ہیں لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے محبت و عقیدت کے جذبات کی نہ ترجمانی ہوتی ہے' نہ تسکین۔

(۱۹۹۹ء میں لکھا گیا' ۲۰۰۰ء میں چھپا)

☆☆☆☆☆

تحفظِ ناموسِ رسالت کی کوششیں

(تحسین' چشم پوشی' مخالفت)

ایک ہستی.............

کہ جہاں پیدا ہوئی' جہاں اُس کا بچپن گزرا' جہاں اُس نے اوائلِ شباب اور پھر بھرپور شباب کے دن گزارے' جس چھوٹے سے گاؤں میں اس کے چالیس تینتالیس سال بیتے تھے۔ اس کے کردار نے دیکھنے والوں' ملنے والوں' اس کے ساتھ کاروبار کرنے والوں کی آنکھیں خیرہ کیے رکھیں۔ وہ ہستی اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا ہی نہ تھی' وہاں کے سب قبیلے اس کو "حکم" مانتے تھے۔ اس کے شفاف اور بے داغ کردار و عمل کی' اُس کی دانش و حکمت کی' اس کی صداقت و امانت کی قسم کھاتے تھے' اپنی امانتیں اس ہستی کے پاس رکھواتے تھے' اپنے مناقشات اس سے فیصل کراتے تھے۔ جب وہ ہستی کوہِ صفا پر کھڑی ہوئی تو کوئی ایک آواز ایسی نہ تھی جو اس کے خلاف اٹھتی' کوئی ایک انگلی نہ تھی جو اس کی زندگی کے کسی پہلو کی طرف اٹھ سکتی۔

وہ ہستی.............

جس نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا' خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی راہ دکھائی' خود ساختہ بتوں اور مظاہرِ فطرت کو پوجنے سے منع کیا' آباء و اجداد کی راہوں پر چلنے والوں کو اُن کی غلط روی کا احساس دلانے کی کوشش کی' تو مخالفتیں ہوئیں' حق کو تسلیم نہ کرنے کی رَوش اختیار کی گئی' اس ہستی کی دعوت کے راستے میں کانٹے بھی بچھائے گئے.....

لیکن..... اس کی سیرت پر حرف زنی نہ کی جا سکی' بات نہ مانی لیکن جھوٹا نہ کہا جا سکا۔ اس ہستی اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کا مقاطعہ تک کیا گیا' لین دین روک دیا گیا' قتل تک کی کوششیں کی گئیں' مگر اپنی امانتوں کا امانت دار اس کے سوا کسی اور کو نہ بنایا جا سکا۔

وہ ہستی.............

اپنی جنم بھومی چھوڑ کر دوسرے شہر کو ہجرت بھی کر گئی' اسے مار دینے تک کی سازشوں

نے سوا دنوں کی پیشکش تک بات پہنچائی۔ اس دوسرے شہر میں بھی کوشش کی گئی کہ ان کا ناطقہ بند کیا جائے۔ لڑائیاں تک لڑی گئیں' لیکن ان کے بے داغ اور مصفّٰی کردار پر کلوخ اندازی تو کیا' ہلکے پھلکے جھوٹ کی کوئی تلوار بھی سیدھی نہ کی جا سکی۔

وہ ہستی.............

جس کی دعوت و تبلیغ نے جھوٹے خداؤں کے سروں کو پھوڑ دیا' جھوٹوں کی کمر توڑ دی' آس پڑوس ہی نہیں' دور دور کے رہنے والے اس ہستی کی بارگاہ میں حاضر ہو ہو کر اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کا اعلان کرنے لگے۔ ایسے میں بھی معاندین اس ہستی کی مہر آسا شخصیت کی طرف کسی اعتراض کی نگاہ نہ اٹھا سکے۔

وہ ہستی.............

چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود اور اس ہستی کے ماننے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی خواہشیں دل میں پالنے والی طاقتوں کی ساری کوششوں کے باوجود آج بھی نظر رکھنے والے صاحبِ دل اور اہلِ انصاف جس کی سیرت و کردار کے حضور حرفِ استحسان پیش کرتے ہیں۔ جس شخص کی نگاہِ نقد اس ہستی کے سوانح کی تمام گوشوں میں جستجو کرتی ہے' اسے خوبیوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ خوبیاں جو شخصیت کو تو بڑا ثابت کرتی ہی ہیں' معاشرے کو بھی صاف ستھرا بناتی ہیں' ماحول کو بھی ہر آلودگی سے پاک رکھتی ہیں' معاشرے کو بھی صاف ستھرا بناتی ہیں اور انسانیت کو اس کے اوجِ کمال تک پہنچانے کی راہ دکھاتی ہیں..... اس مبارک ہستی کی زندگی کے ایک ایک گوشے سے پھوٹتی ہیں۔

اس صورتِ حال میں جب کوئی بدبخت' شپرہ چشم' بُرا شخص اس ہستی معصوم کی شان میں کسی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس پر نگاہِ غیظ ڈالتا ہے' کائنات کا مالک و مختار اسے "اَبتر" کرتا ہے۔ اس کے "زنیم" ہونے کا اعلان فرماتا ہے۔ جس ہستی کے لیے کائناتیں تخلیق کی گئیں' جسے ربِ کریم نے اپنے اوصاف کا مظہر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا' جس کی معصومیت اپنے ذمے رکھی' جس کی جان کے دشمن بھی اس کی ذات کے کسی گوشے کی طرف انگشت نمائی نہ کر سکے..... اس کے خلاف کچھ کہنے والے' اس کی شان سے فروتر کوئی کلمہ ادا کرنے والے' اس کی ناموس و حرمت پر ژاژ خائی کی جسارت

کرنے والے سے بڑھ کر مستحقِ قتل اور کون ہو سکتا ہے۔

حضور پُرنور ہادیٔ اعظم' نورِ مجسم رحمتِ ہر عالم ﷺ' خالق و مالکِ حقیقی جل شانہ کے محبوب ہیں۔ متفق علیہ حدیثِ پاک ہے: حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی تمام محبتوں سے زیادہ محبت میرے ساتھ نہ رکھے' وہ مومن نہیں۔ پھر خدا کے محبوب ﷺ کی شان میں کسی گستاخی کو برداشت کرنے سے بڑھ کر کفر کیا ہے۔ اور اگر کوئی اپنی سب سے محبوب ہستی کی ناموس پر کوئی چھینٹا پڑنے دے تو اس کا ایمان کہاں ہے؟

اصل میں اسلام دشمن طاقتیں وقتاً فوقتاً ایسی جسارتوں کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان کا امتحان لیتی رہتی ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ "روحِ محمد ﷺ" مومن کے دل سے نکال دیں۔ لیکن ہر زمانے میں ناموسِ رسالت کے کسی نہ کسی محافظ نے ایسی کوششوں' ایسی تحریکوں کے سدِّباب کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے عالمِ کفر پر ثابت کر دیا ہے کہ ہم ان کی تہذیبی' ثقافتی' سیاسی یورشوں کے آگے تو سرنگوں نظر آتے ہیں' مگر جہاں ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی حُرمت و ناموس کا موقع آتا ہے' ہمارے لیے جان لینا اور جان دینا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔

عہدِ نبوی (ﷺ) اور عہدِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے لے کر آج کے دورِ انحطاط تک جہاں کہیں ایسا واقعہ پیش آیا' غیرتِ اسلامی کا ایک نہ ایک علمبردار اُٹھا اور اس نے ملبوسِ شناعت کے پرخچے اُڑا دیے۔ خطیبوں نے گستاخ کے خلاف لب کھولے' اربابِ ادب نے قلم کو جنبش دی' شعرا نے اپنے جذبات کو مربوط و منظوم صورت میں پیش کیا' شعر و سخن کی زبان دی۔

اس موضوع پر اردو کے چند شعرائے کرام کی منظومات میں سے نمونے کے طور پر چند اشعار نذرِ قارئین کرام ہیں:

ہم اپنے دین پر جان اپنی وار سکتے ہیں
ہمارے دین کا مطلب ہے آبروئے رسول ﷺ

(صابر گیلانی)

نماز اچھی' حج اچھا' روزہ اچھا اور زکوۃ اچھی

مگر میں باوجود اس کے' مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے' کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(ظفر علی خان)

جو ہو تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پہ فدا
بفضلِ حق وہ سعادت نصیب ہو جائے
قبولِ خالقِ کون و مکان ہو اس کا عمل
اسے مقامِ شہادت نصیب ہو جائے

(قمر یزدانی)

ہے شرطِ اوّلِ ایماں محبت سرورِ دیں ﷺ کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر ﷺ کا اُمت پر

(ضیا محمد ضیا)

ہماری جان بھی قرباں ہے ناموسِ رسالت پر
لٹا دیں دولتِ کونین ہم اس ایک دولت پر

(محمد حنیف نازش قادری)

جو غلامِ احمدِ مرسل ﷺ ہے اس پر لاجرم
فرض ہر شام و سحر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

(عزیز لدھیانوی)

دنیا میں جو ناموسِ نبوت کا امیں ہے
گہوارۂ رحمت میں ہے وہ خواہ کہیں ہے

(سید ہلال جعفری)

نبی ﷺ کے نام پہ جاں دینے والے زندہ ہیں
بقائے زیست کا ساماں ہے احترامِ رسول ﷺ

(محمد افضل کوٹلوی)

عشق نبی ﷺ والوں سے پوچھو' تخت سے بہتر تختہ ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے اس اعزاز شہادت سے
(محمد حسین آسی)

عشق میدانِ وفا میں ہو چکا تھا سرخرو
عقل ابھی بیٹھی ہوئی پڑھتی تھی قرآنِ مجید
(علیم ناصری)

اربابِ وفا کا دل دُکھانے والے
اَخلاق کی دھجیاں اُڑانے والے
پھٹ جائے فلک تجھ پہ' گرے تجھ پہ رُعد
حُرمت پہ نبی ﷺ کی حرف لانے والے
(حزیں کاشمیری)

خدا کے قہر سے وہ شخص بچ سکتا نہیں ہرگز
وہ جو گستاخ دربار گہر بار نبوت ہے
(محمد اکرم رضا)

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پہ دل و جان وار دو
گستاخ کو جو دیکھو' بلا خوف مار دو
(فیض رسول فیضان)

کر دیا جاں دے کے ثابت غازی علم الدینؒ نے
قیمتی ہے غازیوں کی جاں سے ناموسِ رسول ﷺ
(اصغر نثار قریشی)

تجھے معراج عشق شاہ ﷺ سُولی پہ مبارک ہو
تجھے اوجِ سعادت کا یہ تاجِ سر مبارک ہو
(عیش فیروزپوری)

حرم رکھتی ہے یاد اس کی اپنا لہو

جب شہادت نے کی تھی تری آرزو
تو رسالت کے دربار میں سرخرو
تو پیمبر ﷺ کے اسلام کی آبرو
(مجید تمنا)

ذرہ ذرہ تیری تربت کا چراغِ طور ہے
مشرقستانِ مہ و خورشید ہے یہ سرزمیں
(صابر خلیلی)

میں اپنے ربِّ کریم جَلَّ وعَلا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے شعر گو کی حیثیت سے بھی مجھے اس موضوع پر سب سے زیادہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ نامور محقق ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ' صدر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی' جی سی یونیورسٹی' لاہور نے لکھا:

''تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ شاعرِ نعت راجا رشید محمود کا خاص موضوع ہے۔ آج تک کسی نعت گو نے اس مضمون پر اتنا زور نہیں دیا۔ بلکہ اس کے عُشرِ عشیر بھی کسی نے نہیں کہا''۔
(شاعرِ نعت راجا رشید محمود' صفحہ 106)

الحمدللہ! میری ہر دوسری چوتھی نعت میں اس موضوع پر کوئی شعر ضرور ہوتا ہے' کئی نعتیں خاص اسی موضوع پر ہیں۔ نیز حرمتِ سرکار ﷺ کے حوالے سے اب تک ماہنامہ ''نعت'' کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل مضامین نظم ونثر شائع کر چکا ہوں۔

ایک مجموعۂ کلام ''منظومات'' میں صفحہ 91 تا 102 پر ''مناقبِ شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ'' ہیں۔ میرے 42 اُردو مجموعہ ہائے نعت میں سے ایک ''قطعاتِ نعت'' ہے جس میں اس عنوان سے گیارہ قطعات ہیں' دو قطعے یہ ہیں:

بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں جو بھی گستاخی کرے
وہ ہے مرتد' قتل اُس بدبخت کا واجب ہُوا
ابنِ مُنذرؒ' شافعیؒ و حنبلؒ ہوں یا قاضی عیاضؒ
ذکر سب کرتے ہیں اس بارے میں اک اجماع کا

شانِ آقا ﷺ میں ہوا تنقیص کا جو مرتکب
دینِ قیم میں نہیں ہے اس کی توبہ بھی قبول
اس کی تفصیلات ہیں ''الصارم المسلول'' میں
ابنِ تیمیہ نے یوں کی ہے بیانِ شانِ رسول ﷺ

''الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ'' ابنِ تیمیہ کی ایک اہم تصنیف ہے۔ چھے سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں موضوع پر سیر حال بحث ہے۔ لیکن بدقسمتی دیکھیے کہ اپنی عمر کے آخری حصے میں خود ابنِ تیمیہ سے شانِ رسالت میں گستاخیاں ہوئیں چنانچہ شعبان 726ھ میں اس بناء پر اسے پابندِ سلاسل کر دیا گیا کہ اس نے روضۂ سرکار ﷺ کی زیارت کے لیے کیے جانے والے سفر کو شرک کہا۔ وہ ذوالقعدہ میں قید ہی میں مرا۔ پروفیسر این میری شمل اپنی کتاب ''اینڈ محمد ﷺ از ہز میسنجر'' میں لکھتی ہیں کہ ابنِ تیمیہ کو دمشق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلینِ مبارک کی توہین کرنے کی وجہ سے غیر معمولی سزا سنائی گئی۔

برِصغیر میں جن محافظانِ ناموسِ حضور ﷺ نے اپنے خون سے داستانِ محبت رقم کی ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں:

غازی علم الدین شہیدؒ

راجپال کی گستاخانہ کتاب نے اسے 6 اپریل 1929ء کو غازیؒ کے ہاتھوں واصلِ جہنم کرایا۔ 30 اکتوبر کو میانوالی جیل میں غازی اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو گیا۔

باجود معصیت لاہور جو ماموں ہے
چتر داتا کا ہے اس پر، سایہ علم الدینؒ کا

غازی عبدالقیوم شہیدؒ

نتھو رام کی گندی زبان کو ایڈیشنل جوڈیشل کمشنر کراچی کی عدالت میں 20 ستمبر 1934ء کو غازیؒ نے خاموش کر دیا اور 19 مارچ 1935ء کو تختۂ دار کو چوم کر ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

نورِ نظر تھا عبداللہ کا، آقا ﷺ کا شیدائی تھا

مرگ و زیست کا اک اک نکتہ اس پر حق نے کھول دیا

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے ''لاہور و کراچی'' کے عنوان سے غازی علم الدینؒ اور غازی عبدالقیومؒ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ (ضربِ کلیم)

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مردِ مسلماں! تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ ''لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَر''

غازی عبدالرشید قاضی شہیدؒ

مسلمانوں کو ہندو بنانے والی تحریکوں شدھی اور سنگھٹن کا داعی شردھانند تھا۔ وہ اسلام اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں بھی نازیبا باتیں کرتا تھا۔ غازی سید عبدالرشیدؒ نے جو ایک خوشنولیس تھے 23 دسمبر 1926ء میں قلم ہاتھ سے رکھا اور موذی کا سر قلم کر دیا......اور خود جامِ شہادت نوش کیا۔ افسوس کہ اس پر تحریکِ خلافت کے لیڈروں نے ہندوؤں سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

سرکار ﷺ تجھ سے خوش ہیں اللہ تجھ سے راضی	عبدالرشید قاضیؒ
فردا ترا ہے روشن، ضوبار تیرا ماضی	عبدالرشید قاضیؒ

غازی محمد صدیق شہیدؒ

فیروز پور کے اس غازی نے پالاں سنار کو 17 ستمبر 1934ء کو بابا بلھے شاہؒ کے مزار کے پاس قصور میں جہنم رسید کیا۔ 6 مارچ 1935ء کو خود جنت کی راہ لی۔

آ گیا فیروز پور سے پالاں کو مارنے
قتل کر ڈالا اسے اس مردِ باکردار نے
آخر آخر منہ کی کھائی کفر کی یلغار نے

خواب میں یہ کام سونپا اُس کو خود سرکار ﷺ نے
حکم کی تعمیل نے اس کا بڑھایا مرتبہ

غازی میاں محمد شہیدؒ

تلہ گنگ (میرے ضلع چکوال) کے اس باغیرت فوجی جوان نے ایک ہندو ڈوگرے چرن داس کو گستاخی کے جرم پر سزا دی اور 12 اپریل 1938ء کو مدراس ہی میں شہید اور دفن ہوا۔

یہ قصرِ کفر و ضلالت آخر کو اب تزلزل میں آ گیا جو
میاں محمدؒ نے قتل شاید کیا چرن داس ڈوگرے کو

غازی مُرید حسین شہیدؒ

میرے ضلع چکوال کے گاؤں بھلہ کریالہ کے اس نوجوان نے 8 اگست 1937ء کو ضلع حصار کے قصبہ نارنوند میں پہنچ کر خرِ شاتت وٹری ڈاکٹر رام گوپال کو اس کے انجام تک پہنچا دیا اور خود 24 ستمبر کو آقا حضور ﷺ کے دربارِ گہربار میں حاضر ہوگیا۔

مار ڈالا نبی ﷺ کے شاتم کو
زندہ باد اے میاں مرید حسینؒ!

غازی محمد عبداللہ شہیدؒ

مردود مرتد چنچل سنگھ کو مارنے پر شہادت کے مرتبے کو پانے والا خانقاہ ڈوگراں کا نوجوان زندہ باد!

ایک بے غیرت کہ بد قسمت بھی تھا، بے راہ بھی
پہلے تھا نورِ محمدؐ پھر وہ چنچل سنگھ بنا
اور ڈھایا اک ستمؔ سرکار ﷺ کی توہین کی
کیوں نہ غازیؒ قتل کرتا اس کو سو اُس نے کیا

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہیدؒ

ڈنمارک کے اخبار نے توہینِ رسالت پر مبنی کارٹون چھاپے غازی عامر چیمہؒ جرمنی

میں بغرضِ حصولِ تعلیم مقیم تھے۔ وہاں کے اخبار نے بھی یہ کارٹون شائع کر دیے تو غازی نے اخبار کے مالک کو زخمی کر دیا جو بعد میں مر گیا۔ غازی کو 3 مئی 2006ء کو تشدد کے ذریعے جیل میں شہید کر دیا گیا۔

نعرۂ توحید سے قصرِ شقاوت ڈھا دیا
عطرِ غیرت خونِ ہمت سے کیا کس نے کشید
جرأتِ عامر شہیدؒ

حفظِ ناموسِ نبی ﷺ تھا مطمحِ قلب و نظر
مصطفیٰ ﷺ پر جان قرباں کر کے لی جنت خرید
قسمتِ عامر شہیدؒ

کیسے توہینِ نبی ﷺ برداشت کر سکتا تھا وہ
خیلِ فاروقِ معظمؓ کا تھا اک فردِ فرید
حضرت عامر شہیدؒ

راجا سید اکبر ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ایک انگریز جج کے خانساماں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی پر ایک مخبر کو چھری مار کر ہلاک کر دیا۔ سر محمد شفیع رکن پارلیمنٹ خانساماں کا کیس لڑ رہے تھے۔ دورانِ سماعت حضور ﷺ کے ذکر پر سر شفیع جذباتی اور آبدیدہ ہو گئے۔ وہ انگریز جج سماعت کر رہے تھے۔

انھوں نے کہا: سر شفیع! آپ کے پائے کا قانون دان بھی اتنا جذباتی ہو گیا؟

جواب میں سر شفیع بولے: ''سر! اگر شفیع بھی اس خانساماں کی جگہ ہوتا تو یہی کچھ کرتا''۔

امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل بیان کر رہا تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی احترام سے نہیں لیتا تھا۔ ایک بھنگڑ کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: ''پادری! ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہمارے سچے سرکار ﷺ کا نام ادب سے لے'' وہ نہیں مانا۔ جب تیسری بار ایسا ہی ہوا تو بھنگڑ نے بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا مار کر پادری کو جہنم پہنچا دیا۔ یہ عاشقِ صادق

پکڑا گیا' موت کی سزا ہوئی۔ اپیل میں انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے۔ کوئی مولوی نہیں' واضح رہے کہ یہ قتل کسی رنجش کی بنا پر نہیں ہوا۔ پادری نے اس کے جذبات مجروح کیے تو ایسا ہوا۔ لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔ (یہ واقعہ محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ کے حوالے سے بیان کیا)

شہیدانِ ناموس رسالت میں بہت سی خصوصیات مشترک نظر آتی ہیں۔ یہ سب نوجوان یا جوان تھے۔ انھوں نے اپنے کارنامے کسی فوری اشتعال کے تحت نہیں' غور و فکر کے زیر اثر انجام دیئے۔ زیادہ غازیوں کو خواب میں سرکار ابد قرار ﷺ نے زیارت سے مشرف فرمایا اور گستاخ کی شکل دکھا کر ڈیوٹی پر مامور کیا۔ اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنی کارکردگی پر تفاخر کا اظہار کرتا رہا' تاسّف کی کوئی صورت نہیں بنی۔ سب نے موذیوں کو للکار کر مارا' سب نے قتل کا اقرار اور اس پر اصرار کیا۔ ان میں سے کوئی موقع سے فرار نہیں ہوا' خود گرفتاری دی۔ موت کی سزا سننے کے بعد سوائے اِن بی بختوں کے' ہر قاتل کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ لیکن اِن سب خوش قسمت ہستیوں کا وزن پھانسی کی کوٹھڑیوں میں بڑھتا رہا۔

ان عظیم المرتبت انسانوں کے کارناموں پر پوری ملّتِ اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہوا کیونکہ انھوں نے سب مسلمانوں کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا۔ لیکن ایک طبقے کا کردار اس معاملے میں قابلِ مذمت بھی رہا۔ مثلاً غازی سید عبدالرشید قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں مسلمانوں کو ہندو بنا لینے والے گستاخِ رسول (ﷺ) شردھانند کو واصل جہنم کیا تو مفتی کفایت اللہ دہلوی نے غازی عبدالرشید شہیدؒ کے بارے میں فتویٰ دیا کہ وہ جنت سے محروم ہے۔ کہا کہ "کافر معاہد کا قاتل جنت کی بُو بھی نہیں سونگھے گا"۔ (روزنامہ "ہمدم" لکھنؤ' جنوری 1927ء)

شردھانند کے قتل کے دو ماہ بعد خلافت کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون نے ہندوؤں اور ان کے لیڈر شردھانند کے ساتھ اپنی محبت کا' اور شاتمِ رسول (ﷺ) کے قاتل غازی عبدالرشیدؒ کے اقدامِ قتل پر تاسّف کا اظہار یوں کیا:

"سوامی شردھانند کے قتل کے واقعے نے ہندو مسلمانوں کے درمیان نفرت اور ناانصافی کی خلیج کو اور بھی وسیع کر دیا ہے۔ جس طرح اِس قتل کا ہونا بیان کیا گیا ہے' وہ بہت ہی افسوسناک ہے اور ہم مُسلم پریس اور مسلم لیڈر اس واقعہ پر افسوس کر چکے ہیں۔ مجھے بھی ہندو بھائیوں کے ساتھ ان کے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے"۔ (خطبہ صدارت جناب سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون' 26,27,28 فروری 1927ء بمقام لکھنؤ' قاضی محمد مجتبیٰ کوتانوی نے نیپئر روڈ' کراچی سے شائع کیا)

کتاب "رنگیلا رسول" کے ناشر راجپال کو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کُتّے کی موت مار دیا تو ابوالکلام آزاد نے "ایک عزیز طالب حق ہندو" کے خط کے جواب میں لکھا:

"میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اِس انداز کی بنالیں کہ جہاں کسی ٹُٹ پُونجیے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا' ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی اور تحفظ ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔ اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیش آ سکے یا اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ کوئی مصیبت ہو' ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مسلمان اس کا تصوّر بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنیٰ' اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ' اسلام اور داعی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا"۔ (ابوالکلام آزاد' تصریحات آزاد۔ مکتبہ اشاعتِ ادب' لاہور' بار اوّل دسمبر 1960۔ صفحہ 164,165)

ناموسِ رسالت سے دلی تعلق رکھنے والے قارئینِ محترم کو میں ایک تکلیف دہ واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ اگست 1980ء میں اُس وقت کے صدر ضیاء الحق نے ایک دو روزہ علماء کنونشن بلایا۔ اس میں سید محمود احمد رضوی نے یہ قرارداد پیش کی جس کی تائید عرفان حیدر عابدی نے کی اور کنونشن کے شرکاء نے متفقہ طور پر اسے منظور کیا کہ

"حکومت اللہ تعالیٰ' حضور رسول اکرم ﷺ' خلفاء راشدین اور اہل بیت کی شان

میں گستاخی کو قابلِ دست اندازیٔ پولیس جرم قرار دے''۔ (نوائے وقت' لاہور' 23 اگست 1980ء)

ضیاء الحق نے اِس تجویز سے کُلّی اتفاق کرتے ہوئے جلد از جلد قانون بنانے کا وعدہ کیا۔ لیکن قانون بناتے وقت اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کا نام نکال دیا گیا۔ نوائے وقت 18 ستمبر 1980ء کی خبر تھی:

''اُمّہات المومنین' اہلِ بیتِ کرام' خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی جرم قرار دے دی گئی۔ صدر نے تعزیراتِ پاکستان میں نئی دفعہ شامل کر دی''۔

دیکھیے قرارداد کیا تھی' قانون کیا بنا' لیکن زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ حرکت نہ تو صدر کو نظر آئی' نہ سید محمود احمد رضوی اور عرفان حیدر عابدی کو اس پر تعجب ہوا نہ علماء کونشن میں شامل ''علماء و مشائخ'' میں سے کسی ایک نے بھی اس پر احتجاج کیا۔ معلوم ہوا کہ کونشن میں کھانے پینے کے ساتھ ٹی اے ڈی اے لیتے ہی ان کا تعلق ہر چیز سے ختم ہو چکا تھا۔

ایسے میں صرف ایک نحیف سی آواز میری تھی جو صفحۂ قرطاس پر کندہ ہوئی۔ میں ان دنوں ماہنامہ ''نورالحبیب'' بصیر پور میں ''ستارۂ یمانی'' کے نام سے کالم ''طلوع'' لکھا کرتا تھا۔ ذوالحجہ 1400ھ (1980ء) کے شمارے میں' میں نے نوائے وقت کی اس موضوع پر ساری خبروں کی سرخیوں کی عکسی نقل کے ساتھ صورتِ حال لکھ دی تھی لیکن.........

پانچ سال بعد جب اہانتِ رسول ﷺ کا کیس وفاقی شرعی عدالت میں چلا تو ''نورالحبیب'' نے ستارۂ یمانی کا یہی کالم اپنے جمادی الاوّل 1406ھ کے شمارے میں دوبارہ شائع کیا۔

پاکستان کے ''اسلام پسند' صدر' کو' پاکستان کے کسی مولوی کو' پاکستان کے کسی عامی کو' نہ حکومت کی اس حرکت پر غصہ آیا' نہ میرے کالم کو پڑھ کر ندامت یا غیرت کا احساس ہوا۔ لیکن مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں میرے احساسات و جذبات پذیرا ہو گئے۔ الحمدُللہ!

میں نے ماہنامہ ''نعت'' کے پانچ شماروں بعنوان ''شہیدانِ ناموسِ رسالت'' کے اداریوں میں بھی اپنے جذبات و احساسات کو زبان دی تھی۔ فروری 1991ء کا اداریہ

دیکھیے۔

''قصرِ تاریخ کے شکستہ حصوں میں راجپال' شردھانند' پالامل' سلمان رشدی' اور ان جیسے دوسرے بھُوت پریت ہونکتے بھونکتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس مخلوق کا سلسلۂ نسب ''حَمّالَۃَ الحَطَب'' اور ''بَعدَ ذٰلِکَ زَنِیم'' کے کھنڈرات میں ملتا ہے۔

اس نسل کے پھیلے ہوئے ہونٹوں اور لٹکی ہوئی زبانوں کا انقطاع تاریخ کے ہر دور کی اہم ضرورت رہی ہے۔

تاریخ کے ہر عہد اور قصرِ تاریخ کے ہر حصے کی یہ اہم ضرورت' وقت پر متصرف کسی شخص نے پوری کر دکھائی۔

جب بھی ایسا موقع آیا' گویا جوانمردی اور جاں سپاری کا سورج بامِ قصر پر چمکا۔ جھروکوں سے جھانکنے والے چہروں پر حیرت و استعجاب کے نقوش گہرے ہو گئے۔ آس پڑوس کے باسیوں نے نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔ تھڑدلوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں' حوصلہ مندوں نے سینے تان لیے۔

ناموسِ رسالت کے محافظ' وقت پر حکمران تھے' دلیری ان کے قدم چومتی رہی' دنیا حیران ہوئی کہ ان سے پہلے جان لینے اور جان دینے کا عمل اتنا معمولی کب تھا۔

قصرِ تاریخ کے کھنڈرات کو شاتمیت کے بھُوتوں کا مدفن بنا کر خوشی سے دار پر جھول جانے والے......... انسانیت کا ناز ہیں' ملت کا سرمایہ ہیں' اللہ کے محبوب ہیں' ان کے ذکر میں جھک جانے والے سر کہیں نہیں جھکتے!!''

جہنم کا مگرمچھ منہ کھولے ابھی تک سلمان رُشدی شیطان کے انتظار میں ہے۔ میری ایک آزاد نظم ''سلمان رشدی کا قاتل'' بھی حاضر ہے:

''وہ ایک لمحہ
وہ وقت پہ حکمران لمحہ
کہ جب عزیمت کی جرأت افزا منڈیر پر جھلملاتے دیپک
اُگائیں گے روشنی کی فصلیں

دھنک جَے گی فضا میں ہر سُو محافل رنگ و نور ہوں گی
زمانے بھر میں اجالا ہوگا
اُجالا ہوگا سعادتوں کا
سعادتوں کا اُجالا ہوگا جسارتوں سے
جسارتیں
جو محبّتوں کی نقیب ہوں گی
جو میرے آقا ﷺ کی عزّتوں اور حُرمتوں کا نشاں رہیں گی
جسارتیں جو قلم اٹھائیں گی حفظِ ناموسِ مصطفی ﷺ کا
اور
بے اصل رُشدی ایسا خبیث اُس لمحے مارا جائے گا
جرأتوں کے جسارتوں کے عزیموں کے شناسا ہاتھوں سے
میرے ہاتھوں سے''

(مضمون ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور کے ''تحفظ ناموسِ رسالت نمبر'' جون ۲۰۰۷ میں شائع ہوا)

☆☆☆☆☆

نعت کے موضوع پر دُنیا میں سب سے زیادہ کام کرنے والے

(شاعرِ نعت) راجا رشید محمود کے
۴۸ مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت (اُردو)

ورفعنا لک ذکرک	حدیثِ شوق	منشورِ نعت
سیرتِ منظوم	۹۲	ظہر کرم
مدیحِ سرکار ﷺ	قطعاتِ نعت	حیَّ علی الصلوٰۃ
مخمساتِ نعت	تضامینِ نعت	فردیاتِ نعت
کتابِ نعت	حرفِ نعت	نعت
سلامِ ارادت	اشعارِ نعت	اوراقِ نعت
مدحتِ سرور ﷺ	عرفانِ نعت (صوبائی نعت ایوارڈ)	دیارِ نعت
تسبیحِ نعت	صباحِ نعت	احرامِ نعت
شعاعِ نعت	دیوانِ نعت	منتشراتِ نعت
منظومات	تجلیاتِ نعت	وارداتِ نعت
بیانِ نعت	مینائے نعت	حمد میں نعت
التفاتِ نعت	عنایتِ نعت	مرقعِ نعت
نیازِ نعت	بستانِ نعت	سرودِ نعت
تابشِ نعت	صدائے نعت	منہاجِ نعت
متاعِ نعت	قندیلِ نعت	ذوقِ مدحت
فانوسِ نعت	مشعلِ نعت	کہکشانِ نعت

............ان مجموعہ ہائے نعت میں موجود کاوشیں............

حمدیں = ۶　　حمد و نعت = ۴　　قطعات = ۵۸۹
غزل کی ہیئت میں نعتیں = ۲۲۲۸　　ان میں موجود اشعار = ۲۵۸۲۵
فردیات = ۲۳۳۳　　مخمسات = ۲۶　　تضمینیں = ۵۳
نظمیں = ۱۳　　مثلث = ۳ (۲۷ بند)　　مسدس = ۵ (۱۸ بند)
مربع = ۱ (۷ بند)

............ان ۴۸ مجموعہ ہائے نعت کے صفحات = ۵۳۰۴............

شاعرِ نعت کے مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت (پنجابی)

نعتاں دی ڈالی (صدارتی ایوارڈ)	حق دی تائید	ساڈے آقا سائیں ﷺ

صفحات = ۴۳۸..........

مطبوعہ مجموعہ ہائے حمد

....

سجودِ تحیت	خدائے شہر زمن

..........صفحات = ۴۳۸..........

....

تحقیقِ نعت (مطبوعات)

پاکستان میں نعت	خواتین کی نعت گوئی
غیر مسلموں کی نعت گوئی	نعت کیا ہے؟
اقبالؒ و احمد رضاؒ: مدحت گرانِ پیغمبرؐ	انتخابِ نعت
مولانا ضیاء الدین قیوریؒ اور ان کی نعت گوئی	مقدمہ "نعت کائنات"
اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا۔ جلد اول، جلد دوم	مدحت سرایانِ حضور ﷺ
شاہکارِ نعت	نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار ﷺ

صفحات = ۲۷۰۴

۱۹۹۷ میں نعت کے موضوع پر گرانقدر تحقیق کرنے پر صدارتی ایوارڈ ملا۔ موضوع کا واحد ایوارڈ

....

تخلیقِ مناقب

مناقبِ صحابہؓ

(عنوانات: حمدِ باری تعالیٰ۔ نعتِ حبیبِ کبریا ﷺ۔ آباءِ سرکارؐ۔ مومنِ اول۔ اُمہات المومنینؓ۔ پنجتن پاکؓ۔ بنات النبیؐ۔ اصحابِ رسولؐ۔ خلفاء راشدینؓ۔ حضرات شیخینؓ۔ عشرہ مبشرہؓ۔ دامادانِ پیغمبرؐ۔ حضرات حسنینؓ۔ صحابہ کرامؓ۔ انصارِ مدینہ۔ غلامانِ سرکار ﷺ۔ شاعرِ دربارِ رسول ﷺ۔ اصحابِ صُفّہ۔ صحابہ و اہلِ بیت۔ صحابیات)

منظومات: ۱۳۵ ....صفحات = ۴۴۴

تدوینِ نعت (مطبوعہ کاوشیں)

مدینۂ رسول ﷺ	نعت خاتم المرسلین ﷺ	نعت کائنات
نعت حافظ	قلزمِ رحمت	مدیحِ سرورِ کونین ﷺ
فنِ نعت	لاکھوں سلام (دس حصے)	عربی نعتیں (تین حصے)
نعت کیا ہے؟ (چار حصے)	نعت ہی نعت (سولہ حصے)	کلامِ ضیاؔ (دو حصے)
غیر مسلموں کی نعت (چار حصے)	سلامِ ضیاؔ (دو حصے)	آرزو کیانیری کی نعت
حسن بریلوی کی نعت	غریب سہارنپوری کی نعت	علامہ اقبال کی نعت
بہزاد لکھنوی کی نعت	اختر الحامدی کی نعت	محمد حسین فقیر کی نعت
شیدا بریلوی اور تنش فقری کی نعت	کافی کی نعت	لطف بریلوی کی نعت
[illegible] کی نعت	عبدالقدیر حسرت کی حمد و نعت	حقیر فاروقی کی نعت
حمید صدیقی کی نعت	حامد بریلوی کی نعت	نعتِ قدسی
عربی نعت	وارثیوں کی نعت	نعتیہ مسدس
آزاد نعتیہ نظم	نعتیہ رباعیات	نعتیہ تضمینیں
نورٌ علیٰ نور	استغاثے	سورج نور
رسول نمبروں کا تعارف (چار حصے)	فیضانِ رضا	حضورؐ کے لیے لفظ "آپ" کا استعمال

= ۱۶۳۰ صفحات

تدوینِ حمد

حمدِ باری تعالیٰ	نقوش قرآن نمبر، جلد چہارم (اردو حمد)	حمدِ خالق

= ۳۰۴ صفحات

تدوینِ مناقب

مناقبِ سید ہجویرؒ	مناقبِ داتا گنج بخش	مناقبِ خواجہ غریب نوازؒ
مناقبِ غوثِ اعظمؒ	مناقبِ سید ہجویریؒ داتا گنج بخش	مناقبِ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

= ۱۰۰۲ صفحات

ماہنامہ "نعت" لاہور کی جنوری ۱۹۸۸ سے دسمبر ۲۰۰۷ تک باقاعدہ اشاعت کے ۲۰ سال = ۲۶۵۸۰ صفحات

بیسیوں مقالات نعت، سیرت، ادبی اور تنقیدی مقالات، متفرق احادیث کی تخریج، "حسبِ دستور" اور "طلوع" کے کالم، کتبِ سیرت النبی ﷺ میں پائے جانے والے بعض تسامحات کی تحقیق و تفتیش کے ساتھ مضامین و مقالات، تحقیقی انداز میں لکھے گئے مقالات تصوف، صحابہ کرام، اولیاء عظام اور صلحائے اُمت کی منثور مداحی۔

(ایوانِ نعت رجسٹرڈ کے صدر، سیرت و نعت کونسل کے چیئرمین، مجلس تحقیق رجسٹرڈ اور انجمن خادمانِ اردو کے جنرل سیکرٹری، ایوانِ درود و سلام، نعت کدہ، تحریکِ فلاح اور ایوانِ سیرت کے بانی)

ناانصافی کی خلیج کو اور بھی وسیع کر دیا ہے۔ جس طرح اِس قتل کا ہونا بیان کیا گیا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے اور ہم مُسلم پریس اور مسلم لیڈر اس واقعہ پر افسوس کر چکے ہیں۔ مجھے بھی ہندو بھائیوں کے ساتھ ان کے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے''۔ (خطبہ صدارت جناب سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون' 26,27,28 فروری 1927ء بمقام لکھنؤ' قاضی محمد مجتبیٰ کوتانوی نے ٹمپیر روڈ' کراچی سے شائع کیا)

کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ناشر راجپال کو غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب موت مار دیا تو ابوالکلام آزاد نے ''ایک عزیز طالب حق ہندو'' کے خط کے جواب میں لکھا:

''میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اِس انداز کی بنالیں کہ جہاں کسی ٹٹ پونجیے نے ایک چارورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا' ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہوگئی اور تحفظ ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔ اگر چند جاہل اور کورچشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے ناموسِ رسول ﷺ کی حفاظت کا سوال پیش آ سکے یا اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ کوئی مصیبت ہو' ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی' اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیے جائیں جب بھی نعوذ باللہ' اسلام اور دائی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا''۔ (ابوالکلام آزاد' تصریحات آزاد' مکتبہ اشاعت ادب' لاہور' بار اوّل دسمبر 1960ء صفحہ 164,165)

ناموسِ رسالت سے دلی تعلق رکھنے والے قارئین محترم کو میں ایک تکلیف دہ واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ اگست 1980ء میں اُس وقت کے صدر ضیاء الحق نے ایک دوروزہ علماء کنونشن بلایا۔ اس میں سید محمود احمد رضوی نے یہ قرارداد پیش کی جس کی تائید عرفان حیدر عابدی نے کی اور کنونشن کے شرکاء نے متفقہ طور پر اسے منظور کیا کہ

''حکومت اللہ تعالیٰ' حضور رسول اکرم ﷺ' خلفاءِ راشدین اور اہلِ بیت کی شان

دیگر موضوعات

سیرت رسول خیر ﷺ

نزولِ وحی — شعب ابی طالب — حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ

تسخیرِ عالمین اور رحمت للعالمین ﷺ — حضور ﷺ اور بچے — میرے سرکار ﷺ

درود و سلام — میلادُ النبی ﷺ — میلادِ مصطفیٰ ﷺ

مدینۃ النبی ﷺ — عظمت تاجدارِ ختم نبوت ﷺ

جہاتِ سیرت حضور ﷺ — = ۱۹۸۸ صفحات

اسلامیات

احادیث اور معاشرہ — ماں باپ کے حقوق — حمد و نعت

قادیانی ایک فتنہ — قرمانِ محبت — = ۵۱۲ صفحات

تراجم (انگریزی اور عربی سے)

الخصائص الکبریٰ از امام سیوطی — فتوح الغیب از غوث اعظم — تعبیر الرؤیا منسوب با امام سیرینؒ

نظریۂ پاکستان اور نصابی کتب — = ۱۹۹۳ صفحات

نصابیات

نصابی کتب: تدوین سے طباعت تک — نصابی کتب: آراء و افکار = ۹۷۶ صفحات

۱۹۸۷ء "درسی کتاب" برائے جماعت اول کے مصنف اول ۱۹۸۸ء درسی کتاب برائے جماعت دوم کے مصنف اول

موجودہ "میری کتاب" برائے جماعت دوم کے مصنف اول موجودہ "اردو کی ساتویں کتاب" کے ایڈیٹر

۱۹۶۸ سے ۱۹۹۵ تک اردو کی نصابی کتب کے ایڈیٹر

بچوں کے لیے نظمیں

راج دُلارے = ۹۶ صفحات

تاریخ / پاکستانیات

تحریک ہجرت ۱۹۲۰ — اقبال' قائداعظم اور پاکستان — قائداعظم: افکار و کردار

= ۸۴۷ صفحات

سفر نامے

سفرِ سعادت منزلِ محبت — دیارِ نور — سرزمینِ محبت

نعت کے سائے میں = ۵۹۰ صفحات

۱۹۹۹ کا صوبائی سیرت ایوارڈ

تمام تصانیف و تالیفات کے مجموعی صفحات = ۲۶,۵۷۹

میں گستاخی کو قابلِ دست اندازیٔ پولیس جرم قرار دے"۔ (نوائے وقت' لاہور' 23 اگست 1980ء)

ضیاء الحق نے اس تجویز سے کُلّی اتفاق کرتے ہوئے جلد از جلد قانون بنانے کا وعدہ کیا۔ لیکن قانون بناتے وقت اللہ تعالیٰ اور حضورِ اکرم ﷺ کا نام نکال دیا گیا۔ نوائے وقت 18 ستمبر 1980ء کی خبر تھی:

"اُمہات المومنین' اہلِ بیتِ کرام' خلفاءِ راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی جرم قرار دے دی گئی۔ صدر نے تعزیرات پاکستان میں نئی دفعہ شامل کر دی"۔

دیکھیے قرارداد کیا تھی' قانون کیا بنا' لیکن زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ حرکت نہ تو صدر کو نظر آئی' نہ سید محمود احمد رضوی اور عرفان حیدر عابدی کو اس پر تعجب ہوا' نہ علماء کنونشن میں شامل "علماء و مشائخ" میں سے کسی ایک نے بھی اس پر احتجاج کیا۔ معلوم ہوا کہ کنونشن میں کھانے پینے کے ساتھ ٹی اے ڈی اے لیتے ہی ان کا تعلق ہر چیز سے ختم ہو چکا تھا۔

ایسے میں صرف ایک نحیف سی آواز میری تھی جو صفحۂ قرطاس پر کندہ ہوئی۔ میں ان دنوں ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور میں "ستارۂ یمانی" کے نام سے کالم "طلوع" لکھا کرتا تھا۔ ذوالحجہ 1400ھ (1980ء) کے شمارے میں' میں نے نوائے وقت کی اس موضوع پر ساری خبروں کی سرخیوں کی عکسی نقل کے ساتھ صورت حال لکھ دی تھی لیکن..........

پانچ سال بعد جب اہانت رسول ﷺ کا کیس وفاقی شرعی عدالت میں چلا تو "نور الحبیب" نے ستارۂ یمانی کا یہی کالم اپنے جمادی الاول 1406ھ کے شمارے میں دوبارہ شائع کیا۔

پاکستان کے "اسلام پسند" صدر کو' پاکستان کے کسی مولوی کو' پاکستان کے کسی عامی کو نہ حکومت کی اس حرکت پر غصہ آیا' نہ میرے کالم کو پڑھ کر ندامت یا غیرت کا احساس ہوا۔ لیکن مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں میرے احساسات و جذبات پذیرا ہو گئے۔ الحمدُللہ!

میں نے ماہنامہ "نعت" کے پانچ شماروں بعنوان "شہیدانِ ناموسِ رسالت" کے اداریوں میں بھی اپنے جذبات و احساسات کو زبان دی تھی۔ فروری 1991ء کا اداریہ

دیکھیے۔

"قصرِ تاریخ کے شکستہ حصوں میں راجپال' شردھانند' پالامل' سلمان رشدی' اور ان جیسے دوسرے بھوت پریت ہونکتے بھونکتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس مخلوق کا سلسلہ نسب "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" اور "بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ" کے کھنڈرات میں ملتا ہے۔

اس نسل کے پھیلے ہوئے ہونٹوں اور لٹکتی ہوئی زبانوں کا انقطاع تاریخ کے ہر دور کی اہم ضرورت رہی ہے۔

تاریخ کے ہر عہد اور قصرِ تاریخ کے ہر حصے کی یہ اہم ضرورت' وقت پر متصرّف کسی شخص نے پوری کر دکھائی۔

جب بھی ایسا موقع آیا' گویا جوانمردی اور جاں سپاری کا سورج بامِ قصر پر چمکا۔ جھروکوں سے جھانکنے والے چہروں پر حیرت و استعجاب کے نقوش گہرے ہو گئے۔ آس پڑوس کے باسیوں نے نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔ تھڑدلوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں' حوصلہ مندوں نے سینے تان لیے۔

ناموسِ رسالت کے محافظ' وقت پر حکمران تھے' دلیری ان کے قدم چومتی رہی' دنیا حیران ہوئی کہ ان سے پہلے جان لینے اور جان دینے کا عمل اتنا معمولی کب تھا۔

قصرِ تاریخ کے کھنڈرات کو شاتمیت کے بھوتوں کا مدفن بنا کر خوشی سے دار پر جھول جانے والے........ انسانیت کا ناز ہیں' ملت کا سرمایہ ہیں' اللہ کے محبوب ہیں' ان کے ذکر میں جھک جانے والے سر کہیں نہیں جھکتے!!"

جہنم کا مگرمچھ منہ کھولے ابھی تک سلمان رشدی شیطان کے انتظار میں ہے۔ میری ایک آزاد نظم "سلمان رشدی کا قاتل" بھی حاضر ہے:

"وہ ایک لمحہ

وہ وقت پہ حکمران لمحہ

کہ جب عزیمت کی جرأت افزا منڈیر پر جھلملاتے دیپک

اُگائیں گے روشنی کی فصلیں

دھنک سجے گی فضا میں ہر سُو محافلِ رنگ و نور ہوں گی
زمانے بھر میں اجالا ہوگا
اُجالا ہوگا سعادتوں کا
سعادتوں کا اُجالا ہوگا جسارتوں سے
جسارتیں
جو محبتوں کی نقیب ہوں گی
جو میرے آقا ﷺ کی عزتوں اور حُرمتوں کا نشاں رہیں گی
جسارتیں جو عَلم اٹھائیں گی حفظِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کا

اور

بے اصل رُشدی ایسا خبیث اُس لمحے مارا جائے گا
جراُتوں کے جسارتوں کے عزیموں کے شناسا ہاتھوں سے
میرے ہاتھوں سے"

(مضمون ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور کے "تحفظ ناموسِ رسالت نمبر" جون ۲۰۰۷ میں شائع ہوا)

☆☆☆☆☆